Date of Publication : 09-08-2014

PRICE Rs. 2/-

POSTED ON 10-11 August 2014
R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) -01/1195/2012-14
Licensed to Post Without Prepayment U (C) 160/2012-14

HAMARI ZABAN (WEEKLY)

ہفت روزہ

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی

15-21 August 2014
Issue: 31, Vol.: 73

۱۵تا۲۱راگست ۲۰۱۴ء
شمارہ نمبر:۳۱، جلد نمبر:۷۳

منشی نول کشور نے اردو کو زندہ رکھنے میں اردو کی زندہ، توانا اور طاقتور تحریروں کو نئی نسل تک پہنچانے میں اہم ترین کردار ادا کیا ہے۔ آج ہمارے پاس جتنی بھی اہم کلاسک کتابیں ہیں وہ منشی نول کشور کی انتھک کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ آج زمانہ بدلا ہے، بہت سی چیزوں نے اپنی اہمیت کھو دی ہے، بہت سی زوال پذیر ہیں اور بہت سی نئی چیزوں نے زندگی، ذات اور وجود کی جگہ لے لی ہے۔ نیا زمانہ انٹرنیٹ کا زمانہ ہے، کمپیوٹر کا زمانہ ہے، گوگل، یوٹیوب اور فیس بک کی دنیا پر حکومت ہے۔ اردو اپنوں اور اغیار کی سازشوں کا شکار ہے۔ ایسے میں سنجیو صراف (بانی ریختہ ویب سائٹ) نے منشی نول کشور کی یاد تازہ کر دی ہے۔ انھوں نے ریختہ نامی ایک اردو ویب سائٹ کا

شخص جو تھوڑی بہت بھی کمپیوٹر کی سمجھ رکھتا ہے وہ اس سائٹ سے فیض یاب ہو سکتا ہے۔ آپ صرف Rekhta.org ٹائپ کریں تو سائٹ آپ کے سامنے۔ اب آپ جو پڑھنا چاہیں شاعری کا انتخاب ہندی، اردو اور انگریزی میں موجود ہے۔ ای-کتاب جس میں اردو کی تقریباً 1500 کتابیں موجود ہیں اور اس میں روز بہ روز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے، شاعروں کا کلام ان کی اپنی آواز میں، بہت سی نایاب ویڈیوز، غزلیں، آپ اس ویب سائٹ پر سن سکتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ اردو کی اہم شخصیات کے انٹرویوز بھی آپ دیکھ سکتے ہیں جن میں شمس الرحمن فاروقی، شمیم حنفی، جوگندر پال، بلراج مینرا، کلدیپ نیر، آصف فرخی، ایم حمید شاہد، سید فیصل علی، خالد

اردو کا نیا تاریخ ساز سفر

زمرد مغل

افتتاح کیا ہے۔ منشی نول کشور کے زمانے میں اردو پڑھنے اور خاص طور سے ادب پڑھنے والوں کی تعداد آج سے بہت زیادہ تھی، کتابیں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتی تھیں مگر آج صورت بالکل مختلف ہے۔ ریختہ نے دیکھتے ہی دیکھتے نہایت ہی کم عرصے میں بین الاقوامی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ آج ریختہ کی بدولت کرۂ ارض پر اردو کے دیوانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ اردو کی شاعری اور نثری اصناف سے لے کر شاعروں کے ویڈیوز، اہم شخصیات کے انٹرویوز سے ایک جہاں فیض یاب ہو رہا ہے۔

سنجیو صراف نے اردو کی اس ویب سائٹ کے ذریعے یہ ثابت کیا ہے کہ گلے شکوے کرتے رہنے سے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ انھوں نے ریختہ کے ذریعے ایک مثال قائم کی ہے۔

اردو ادب کی اہم کتابیں آپ ریختہ پر بآسانی پڑھ سکتے ہیں۔ اس سائٹ کو اس قدر آسان بنایا گیا ہے کہ کوئی بھی

جاوید، پیغام آفاقی، مشرف عالم ذوقی، نجمہ رحمانی، ارجمند آرا، کشور ناہید، نجیبہ ریاض، مبارک حیدر وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

اردو ایک ایسی زبان ہے جس نے گنگا جمنی کردار نبھاتے ہوئے مختلف مذہب کے ماننے والوں کو اتحاد کی لڑی میں پرونے کا کام کیا ہے۔ اردو زبان نے تحریک آزادی ہند میں اہم کردار ادا کیا، اس وقت یہ بغیر رنگ و نسل اور مذہب و ملت سب کی زبان تھی۔

ریختہ نہ صرف کتابوں، انٹرویوز کو ہی آپ تک پہنچانے کا کام کر رہی ہے بلکہ اس تہذیب اور تمدن کی چیزوں کو بھی مضبوطی عطا کر رہی ہے جو کہیں نہ کہیں کمزور پڑتی جا رہی تھیں۔ اس وقت ریختہ دنیا بھر کے ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کے لیے مرکز کی حیثیت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ اتنے کم عرصے میں اردو ادب کو جدید ٹیکنالوجی سے جوڑنے کی ابتدا جو ریختہ نے کی ہے وہ آپ زر سے لکھے جانے کے لائق ہے۔

دنیا بھر کا اردو ادب یہ ویب سائٹ آپ کو مہیا کروا رہی ہے اور یہ سلسلہ جس تیزی سے جاری ہے وہ دن دور نہیں جب اردو ادب ایک انگلی دبانے سے آپ کے سامنے ہوگا۔

زمانہ تیزی سے بدل رہا ہے اور اس میں وہ سب کچھ بدل جائے گا، ختم ہو جائے گا جو اپنے اندر اسے بچانے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ زبان و ادب کو بھی یہ مسائل درپیش ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح بڑی بڑی زبانیں زمانے سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ ریختہ اردو زبان و ادب کو نہ صرف محفوظ کرنے کا کام کر رہی ہے بلکہ اس زبان اور اس کے ادب کو زمانے کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کے لیے پلیٹ فارم بھی مہیا کر رہی ہے۔

آوازوں کے اس جنگل میں جہاں ہر کوئی اپنے کو لے کر بڑے بڑے دعوے کر رہا ہے ریختہ کی آواز صاف پہچانی جا سکتی ہے۔ اردو کے چاہنے والوں نے سات سمندر پار اردو کے جزیرے آباد کیے۔ لیکن ایک لمبے عرصے سے اردو پر کچھ مفاد پرست آستین کے سانپ مسلط ہیں جو اپنے حقیر مفاد کے لیے اردو کو زبردست نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ایسے میں سنجیو صراف ایک بے لوث خادم کی طرح اردو کے افق پر نمودار ہوئے۔ اردو کی جیتی آوازوں کو دنیا تک پہنچانا، اردو کے بڑے ادب اور ادیبوں کو دنیا تک پہنچانا، اردو کے مستحق ادب کو دنیا کے سینکڑوں ممالک تک ممکن بنانا بلاشبہ انھیں اردو زبان و ادب کے مجتہد کی مسند پر متمکن کرتا ہے۔



میرے قلبی سکون کا ذریعہ ہے اردو — سنجیو صراف



شمیم حنفی کا قول ہے کہ آج کے دور میں اردو کی خدمت ایک جہاد ہے۔ اردو شعر و ادب کے جنون کی حد تک عاشق سنجیو صراف ان فرہادان اردو میں ہیں جو آج کے دور کشمکش میں اردو کی نہر بہانا چاہتے ہیں، اردو تہذیب کو واپس لانا چاہتے ہیں تاکہ ہر خاص و عام اردو ادب کی چاشنی سے سیراب ہو سکے۔ وہ دنیا جہان کے اردو ذخیروں کو اپنے ویب سائٹ rekhtha.org کے ذریعے اردو کے خزانے کو عجائبات عالم بنانا چاہتے ہیں۔ اسی جذبے کے تحت جنوری 2013 میں شروع کیے گئے ریختہ ویب سائٹ کی سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ یہ اردو شاعری کا سب سے بڑا آن لائن خزینہ ہے۔ شکاگو ہو کہ ڈھاکہ، لندن ہو، پاکستان ہو یا اردو کی کوئی نئی بستی، جہاں جہاں اردو کا سرمایہ موجود ہے وہ اسے محفوظ کر کے اپنی ویب سائٹ کے ذریعے اردو کے پروانوں تک پھیلانا چاہتے ہیں۔ محض ڈیڑھ برسوں میں سنجیو صراف نے وہ کام کر دکھایا ہے جو ہندوستان کی درجنوں سے زائد اکادمیاں اور ادارے نہیں کر سکے ہیں۔ ان کی ویب سائٹ پر ایک ہزار سے زائد مشہور و معروف شعرا کی 10 ہزار سے زائد غزلیں اپ لوڈ کی جا چکی ہیں۔ تین زبانوں میں اردو کا چراغ جلانے والے سنجیو صراف کی ویب سائٹ پر دو ہزار کتابیں موجود ہیں۔ دو ہزار مزید اپ لوڈ ہونے والی ہیں۔ حال ہی میں وہ لکھنؤ سے منشی نول کشور کے مطبع خانے سے کئی ٹرکوں پر وہ ادبی سرمایہ اٹھا کر لائے جو دیمک کی نذر ہو رہا تھا، اب وہ انہیں اسکین کر کے اپنی ویب سائٹ پر ڈالنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ بوسیدہ اوراق کی اسکیننگ بھی ایک دشوار کن مرحلہ ہے۔ اردو کی نہر لگانے والے اس فرہاد کی ہمت کی داد دیجیے کہ اردو کے سرمایے کو محفوظ رکھنے کے لیے کروڑوں کی اسکین مشینیں امریکہ سے درآمد کرائی گئی ہیں جو آج انجمن ترقی اردو، رام پور لائبریریوں وغیرہ سے لے کر شمس الرحمن فاروقی کی ذاتی لائبریری کے اردو سرمایے کو محفوظ کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔ آج اردو کے تعلق سے ریختہ پر وہ تمام چیزیں آ رہی ہیں جس کی حصول یابی محض تصور تھا۔ داستان امیر حمزہ (طلسم ہوش ربا) کی 40 جلدوں کو ویب سائٹ پر منتقل کرنے کا عمل جاری ہے۔ صراف اردو کے فروغ کے لیے جس جدید تکنیک کے ساتھ میدان عمل میں ہیں اسے دیکھ کر لگتا ہے کہ یہ اردو کا نشاۃ ثانیہ ہے۔ عالمی سطح پر اردو کے تئیں ان کی خاموش خدمات کے اعتراف میں 2013 کا نئی دنیا ایوارڈ نائب صدر جمہوریہ حامد انصاری کے ذریعے انہیں مل چکا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ پاکستان والے ابھی بڑی حسرت اور رشک سے کہتے ہیں کہ اردو کے سلسلے میں جو کام پاکستان میں ہونا چاہیے وہ سرحد پار ہو رہا ہے۔ بلاشبہ سنجیو صراف نے چند برسوں میں جو اردو کی خدمت کی ہے وہ ہند-پاک کے اردو والوں کے لیے ایک آئینہ ہے اور مستقبل میں اردو کو دلوں تک پہنچانے کے لیے جو جدید تکنیک اپنانے کا منصوبہ ہے وہ اگر عمل میں آ گیا تو پھر ایک دور آئے گا کہ دنیا کہے گی کہ 'ریختہ ہے جہاں اردو ہے وہاں'۔

اردو کو عام لوگوں تک پہنچانے، اردو کے نایاب سرمایے کو محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ اردو سکھانے کے لیے سنجیو صراف کی جو کوششیں ہیں اس کے تناظر میں **جمشید عادل علیگ** نے ان سے خصوصی گفتگو کی ہے۔ پیش ہے اردو کے اس خاموش خدمت گار **سنجیو صراف** سے گفتگو کے اقتباسات:

سوال: آج کے دور میں اردو کی خدمت ایک گھاٹے کا سودا ہے، آج کے تجارتی دور میں اس گھاٹے کی تجارت کی طرف آپ کا ذہن کس طرح راغب ہوا؟

جواب: اول تو میں آپ کے جملے سے اتفاق نہیں رکھتا کہ اردو کی خدمت گھاٹے کا سودا ہے۔ دراصل مجھے بچپن سے ہی اردو شاعری، اردو غزل، اردو اصناف ادب سے جنون کی حد تک دل چسپی رہی ہے۔ میرے والد کے ذریعے بھی اس دل چسپی میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔ میں بہت چھوٹا تھا، گھر میں شعری و ادبی نشستیں ہوتی تھیں، میں بھی دیکھتا تھا۔ شعر و ادب کی لذت میرے رگ رگ میں سما گئی۔ موسیقی کی شکل میں جاوید اختر، ملک پکھراج و دیگر فنکاروں کی غزلیں مجھے بے حد پسند تھیں، پھر میں تعلیم کی طرف رجوع ہوا۔ انجینئر تک کی اور کاروبار سے منسلک ہوا لیکن میری اردو سے محبت اور لگاؤ میں کمی نہیں آئی۔ شکر ہے کہ کاروبار کو استحکام دینے کے بعد اب پورا وقت اردو کے لیے دے رہا ہوں۔ دراصل مجھے جب بھی اردو کے متعلق کچھ تلاش کرنے کی ضرورت پیش آتی یا شاعری یا غزلوں کو نیٹ پر تلاش کرتا تو مجھے شدید مایوسی ہوتی کہ نیٹ پر اردو کی دنیا نامکمل اور غیر معیاری ہے۔ میرے ذہن میں اردو کو نیٹ کے ذریعے دنیا میں پھیلانے کا منصوبہ تو اب آیا مگر اردو تو میرے ذہن و دل میں کب کی بسی ہوئی تھی، لیکن جب تک میں رسم الخط سے پوری طرح واقف نہیں ہو سکتا تھا، اردو سے مکمل انصاف نہیں کر سکتا تھا، اردو کی مکمل تہذیب و تشخص کو پیش نہیں کر سکتا تھا۔ چناں چہ میں نے ایک ٹیوٹر سے باقاعدہ اردو رسم الخط سیکھا اور اب ریختہ کے نام سے ویب سائٹ پر اردو شعر و ادب کو منتقل کرنے کا سفر جاری ہے۔ مجھے شاعری بہت پسند ہے، اس لیے، سب سے پہلے میں نے بڑے شعرا کے کلام سائٹ پر منتقل کیے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ جو لوگ شاعری سے دل چسپی رکھتے ہیں ان تک اردو کا ایک بڑا ذخیرہ پہنچ جائے اور وہ ایک کلک دبا کر اپنے ذہن و دل کو آسودہ کر سکیں اور اردو دنیا سے روبرو ہو سکیں۔

سوال: اردو جس دور سے گزر رہی ہے کیا آپ اس سے مطمئن ہیں؟ اردو کے لیے علو رقم کے صرفے کا وزن کیا ہے؟ اردو کا مستقبل کیا ہے؟

جواب: دیکھیے اردو ہر دور میں ایک امتحان سے گزری ہے۔ وقت کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اردو زبان جو خالص ہندوستان کی زبان تھی اسے اب مسلمانوں کی زبان سمجھ لیا گیا۔ اردو کو مشکل زبان

(بقیہ صفحہ ۷ پر)

میرے ذہن میں اردو کو نیٹ کے ذریعے دنیا میں پھیلانے کا منصوبہ تو اب آیا مگر اردو تو میرے ذہن و دل میں کب کی بسی ہوئی تھی، لیکن جب تک میں رسم الخط سے پوری طرح واقف نہیں ہو سکتا تھا، اردو سے مکمل انصاف نہیں کر سکتا تھا، اردو کی مکمل تہذیب و تشخص کو پیش نہیں کر سکتا تھا۔ چناں چہ میں نے ایک ٹیوٹر سے باقاعدہ اردو رسم الخط سیکھا اور اب ریختہ کے نام سے ویب سائٹ پر اردو شعر و ادب کو منتقل کرنے کا سفر جاری ہے۔ مجھے شاعری بہت پسند ہے، اس لیے، سب سے پہلے میں نے بڑے شعرا کے کلام سائٹ پر منتقل کیے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ جو لوگ شاعری سے دل چسپی رکھتے ہیں ان تک اردو کا ایک بڑا ذخیرہ پہنچ جائے اور وہ ایک کلک دبا کر اپنے ذہن و دل کو آسودہ کر سکیں اور اردو دنیا سے روبرو ہو سکیں۔



ریختہ کی خصوصیات

اردو محبت کی زبان ہے جسے فروغ دینے کے لیے جنوری 2013 میں ریختہ ویب سائٹ کا آغاز ہوا جس کی کچھ خاص باتیں یہ ہیں:

- ہزاروں معروف و مقبول شاعروں کی 10 ہزار سے زائد غزلیں اس ویب سائٹ پر اپ لوڈ ہیں۔
- ای بک سیکشن میں 2 ہزار کتابیں اپ لوڈ ہیں۔
- ریختہ اور آرجی کو موبائل فرینڈلی بنایا گیا ہے تاکہ موبائل پر اسے پڑھا جا سکے۔
- منشی نول کشور مطبع کی ڈیڑھ سو سال پرانی کتابوں کو بھی ویب سائٹ پر لایا جا رہا ہے۔
- مثنوی ریختہ پر دستیاب ہیں۔ پاکستانی اردو کتابیں بھی جلد ریختہ پر نظر آئیں گی۔
- ہندی میں غالب کے خطوط ریختہ پر اپ لوڈ ہو چکے ہیں۔
- داستان امیر حمزہ (طلسم ہوش ربا) کی 40 جلدیں بہت جلد ریختہ کے ذریعے منظر عام پر آئیں گی۔

ریختہ کی ای لائبریری

- اس سیکشن میں خاص طور سے ان پرانی اور نایاب کتابوں کو جگہ دی گئی ہے جن کی دنیا میں محض چند نسخے ہی موجود ہیں۔ آن لائن آرکائیوز میں جا کر پرانی بوسیدہ کتابوں کے اسکین کو دیکھ کر ذہن خود بخود اردو کے عہد زریں تک پہنچ جاتا ہے۔ موجودہ وقت میں ای لائبریری میں اردو شعری کی ایک ہزار سے زائد کتابیں محفوظ کی گئی ہیں۔

نئے تخلیق کاروں کا پلیٹ فارم

- ریختہ کے دفتر میں ایک خوب صورت اسٹوڈیو بھی ہے، جہاں نئے فن کاروں کی غزلوں، نئے تخلیق کاروں کا انٹرویو وغیرہ بھی ریکارڈ کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں پرانے شاعروں کا کلام بھی پڑھتے ہوئے ویڈیو اور آڈیو میں موجود ہے۔ صحیح تلفظ، انداز بیان کو دیکھ کر اردو کا لطف اور بڑھ جاتا ہے۔ یہ پلیٹ فارم نوجوان شاعروں، ادیبوں اور صحافیوں کی بھی حوصلہ افزائی کرتا ہے، جس کے ذریعہ وہ دنیا میں اپنی شناخت بنا سکتے ہیں۔

’خطباتِ مدراس‘ کا ادبی رنگ و آہنگ

عارف عزیز (20-گھائی جمبر بھونجہ روڈ، تلیا، بھوپال 462001)

بیسویں صدی کے اوائل میں برصغیر کے ادبی اُفق پر جو ممتاز شخصیتیں جلوہ افروز ہوئیں، سید اعظم علامہ سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴ء تا ۱۹۵۳ء) کو کئی پہلوؤں سے ان میں بلند مقام حاصل ہے، بالخصوص سید صاحب کے یہاں ایک نوع کی جامعیت اور علوم وفنون کا تنوع جمع ہو گئے ہیں، بے مثال سیرت نگار، عظیم مورخ، غیر معمولی عالم، ماہر فقیہ اور صاحب طرز ادیب و انشا پرداز کی حیثیت سے انھوں نے جو کارنامے انجام دیے بلاشبہ وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، لیکن سیرت نبوی کے دائرے کو رسول کریم کی حیات، شمائل اور معمولات سے آگے بڑھا کر پیغام رسالت، تعلیمات نبوی اور احکام شرعی کے گوناگوں پہلوؤں تک وسیع کر کے سیرت کے مطالعے کو ایک نئی جہت دینے میں سید صاحب کے قلم نے جو کردار ادا کیا، وہ اپنی مثال آپ اور سیرت النبی اس کا ایک شاہکار ہے، جس کو اہل نظر اسلامی علوم کی انسائیکلو پیڈیا بھی قرار دیتے ہیں، لیکن اسی موضوع پر سید صاحب کی ایک اور تصنیف ’خطبات مدراس‘ حجم میں نہایت مختصر تاہم بڑی گہرائی و وسعت کی حامل ہے۔ اس میں اختصار کے ساتھ آنحضرتؐ کی سیرت ہی نہیں اس کے تاریخی پہلو، کاملیت، جامعیت اور عملیت کا احاطہ کر کے اسلام کے پیغام اور ایمان و عمل کو شیر و شکر کر دیا گیا ہے، سید صاحب کے نامور شاگرد اور معتبر ناقد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے الفاظ میں:

”کسی اسلامی زبان میں سیرت پر اتنی طاقتور، دل آویز، دل پذیر اور ایمان آفریں کتاب دیکھنے میں نہیں آئی، اس میں سیرت کے کتب خانے کا عطر آ گیا ہے اور تاریخی حقائق، تقابلی مطالعہ، نفسیاتی تجزیے، علم الاخلاق، علم الاجتماع اور پھر اپنی ادبیت اور خطیبانہ انشا پردازی کی آمیزش سے اس کی افادیت اور اس کی علمی قدر و قیمت میں ایسا اضافہ ہوا ہے کہ اعلا تعلیم یافتہ مسلمانوں اور سلیم الطبع اور جویائے حق غیر مسلموں کو دینے کے لیے اس سے بہتر کوئی تحفہ نہیں“۔

(مطالعہ سلیمانی، ص ۱۵)

یہ آٹھ خطبات کا مجموعہ ہے جو علامہ نے مدراس مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کی دعوت پر مدراس جاکر دیے تھے، حقیقت میں ان خطبات کو سیرت نبویؐ کے جوہر کی حیثیت حاصل ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی یہ بھی فرماتے تھے کہ خطاب و تقریر سے پہلے ’خطبات مدراس‘ کا مطالعہ موصوف کے لیے ایک نئی تحریک کا باعث ہوتا تھا، (۱۹۲۹ء میں بھوپال کی ایک تقریر سے)

مذکورہ خطبات میں سید صاحب علیہ الرحمہ نے یہ واضح کیا ہے کہ انسانیت کی تکمیل صرف انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں سے ہو سکتی ہے اور عالمگیر و دائمی نمونۂ عمل صرف نبی کریمؐ کی سیرت ہے، کسی انسانی زندگی کا مکمل نمونہ اور ہر نقص سے بری ہونا اس وقت تک ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ اس انسان کی زندگی کے تمام پہلو سامنے نہ ہوں، رسول پاکؐ کی زندگی کا ہر لمحہ پیدائش سے وفات تک، اپنے عہد کے انسانوں کے سامنے رہا، آپؐ کی زندگی کو اس لیے بھی کامل قرار دیا گیا کہ اس میں تمام انبیاء کی خصوصیات جمع ہو گئی ہیں جن کو عملی شکل میں آپؐ نے کر کے دکھایا، اسی لیے یہ حیثیت ایک عملی پیغمبر آپؐ کی حیات طیبہ قرآن حکیم کی تفسیر ہے، دوسرے انبیاء کے پیغامات ایک مخصوص عہد اور قوم کے لیے تھے، اس لیے دائمی نہیں وقتی تھے، لیکن آنحضرتؐ کا پیغام آخری اور پوری دنیا کے لیے ہے لہٰذا آپؐ کو رحمت للعالمین کہا گیا۔

’خطبات مدراس‘ کے تیسرے ایڈیشن کے دیباچے میں مصنف کتاب علامہ سید سلیمان ندوی خود فرماتے ہیں:

”خدائے تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان خطبات کو جو سرسری طور پر لکھے گئے، حد سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی اور مسلمانوں کے ہر طبقے میں وہ یکساں ذوق و شوق کے ہاتھوں لیے گئے اور عقیدت کی آنکھوں سے پڑھے گئے، مدرسوں میں، اسکولوں میں، جلسوں میں ہر جگہ پڑھے جاتے ہیں اور اُن سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، یہ جو کچھ ہے خداوند تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

علمی دنیا کا اسے غیر معمولی تجربہ ہی کہا جائے گا کہ سیرت مبارکہ پر مذکورہ خطبات کو جو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی وہ اس موضوع پر بعض دوسری عظیم کتب کو میسر نہ آ سکی۔ سید صاحب کوئی دوسرا تصنیفی کام نہ کرتے تو تنہا ’خطبات مدراس‘ انھیں اردو کے بڑے ادیبوں کی صف میں جگہ دلانے کے لیے کافی تھے، ان کے قلم سے اس سے پہلے اور بعد میں کئی کتابیں منظر عام پر آئیں لیکن سیرت پر مذکورہ خطبات میں قلم کی جو روانی بلکہ جولانی نظر آتی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، یقیناً اس کی وجہ سید صاحب کی وہ خطیبانہ نثر ہے جو قاری کے دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ عربی اور انگریزی میں ان خطبات کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

سید صاحب نے مذکورہ خطبات کے عنوانات بھی مقرر کیے ہیں، جن پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آٹھ تقاریر نہیں سیرت پر الگ الگ کتابیں ہیں، کوزے میں سمندر کی طرح جن میں سیرت پاک کے خزینے کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ان خطبات میں شگفتگی، طلاوت، دلکشی اور حسن انشا کے جو نمونے ہیں وہ ادب عالیہ میں شمار ہو سکتے ہیں، یہ علامہ شبلی نعمانی، مہدی افادی اور مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم کا امتیاز تو تھا، سید صاحب کی دوسری تصانیف میں عام طور پر یہ رنگ نہیں ملتا کیوں کہ ان کے اسلوب کے بنیادی عناصر اعتدال و توازن اور عالمانہ وقار ہے۔

’خطبات مدراس‘ کے پہلے خطبے کا عنوان ہے ’انسانیت کی تکمیل صرف انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرتوں سے ہو سکتی ہے‘، دوسرے خطبے میں ’عالمگیر اور دائمی نمونۂ عمل، صرف محمد رسول اللہ کی سیرت ہے‘ کو موضوع بنایا گیا ہے، تیسرا خطبہ ’سیرت نبوی کے تاریخی پہلو‘، چوتھا ’سیرت نبوی کی کاملیت‘، پانچواں ’سیرت نبوی کی جامعیت‘، چھٹا ’سیرت نبوی کی عملیت‘، ساتواں ’اسلام کے پیغمبر کا پیغام‘ اور آٹھواں ’ایمان و عمل‘ پر مشتمل ہے۔ مذکورہ خطبات کے مطالعے سے ان میں ایک واضح ربط اور منطقی تسلسل نظر آتا ہے اور یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ انھیں سرسری طور پر نہیں، گہرے غور و فکر کے بعد قلم بند کیا گیا ہے، ڈیڑھ سو صفحات کی اس مختصر کتاب میں نہایت دلنشیں پیرایہ اور دلائل کی روشنی میں سید صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ ختم المرسلین کے سایۂ رحمت کے بغیر انسانیت کی تکمیل ممکن نہیں اور نہ عالم انسانیت کو فوز و فلاح حاصل ہو سکتی ہے، ’خطبات مدراس‘ میں ادب و انشا کے جو لعل و گوہر موجود ہیں ان کا تفصیلی جائزہ اس موقع پر ممکن نہیں، تاہم کچھ عبارتوں کے اقتباسات سے اس کا لطف لیا جا سکتا ہے مثال کے طور پر پہلے خطبے میں جس کے موضوع کا ذکر گزر چکا، سید صاحب لکھتے ہیں:

”کارنیج کا آہنی ہال، مقدونیہ کا سکندر، روم کا سیزر، ایران کا دارا، یورپ کا نپولین، ہر ایک کی زندگی کشش رکھتی ہے، سقراط، افلاطون، ارسطو، دیو جانس اور یونان کے دوسرے مشہور فلسفیوں سے لے کر اسپنسر تک تمام حکما اور فلاسفروں کی زندگیوں میں ایک رنگ نمایاں ہے، نمرود و فرعون اور ابوجہل و ابولہب کی دوسری شخصیتیں ہیں۔ قارون کی ایک الگ زندگی ہے۔

غرض دنیا کے اسٹیج پر ہزاروں قسم کی زندگیوں کے نمونے ہیں، جو بنی آدم کی عملی زندگی کے لیے سامنے ہیں لیکن بتاؤ کہ ان مختلف اصناف انسانی میں سے کس کی زندگی نوع انسانی کی سعادت، فلاح اور ہدایت کی ضامن اور تکمیل اور اُس کے لیے قابل نمونہ ہے۔

ان لوگوں میں بڑے بڑے فاتح اور سپہ سالار ہیں، جنھوں نے اپنی تلوار کی نوک سے دنیا کے طبقے اُلٹ دیے ہیں، لیکن کیا انسانیت کی فلاح و ہدایت کے لیے اُنھوں نے کوئی نمونہ چھوڑ دیا، ان کی تلوار کی کاٹ میدان جنگ سے آگے بڑھ کر انسانی اوہام و خیالات فاسدہ کی بیڑیوں کو بھی کاٹ سکی؟ انسانوں کے باہمی برادرانہ تعلقات کی کڑی بھی سلجھا سکی؟ انسانی معاشرت کا کوئی خاکہ پیش کر سکی؟ ہماری روحانی مایوسیوں اور ناامیدیوں کا کوئی علاج بتا سکی؟ ہمارے دلوں کی ناپاکی اور زنگ کو مٹا سکی؟ ہمارے اخلاق اور اعمال کا کوئی نقشہ بنا سکی؟“

(خطبات مدراس، ص ۱۵-۱۳)

’خطبات مدراس‘ میں ایسی کئی عبارتیں ہیں جن کے مرصع و مسجع جملے شعر کا لطف دیتے ہیں، اس کا جائزہ لینے کے لیے ہر خطبے سے عبارتیں پیش کرنا چاہیے لیکن اس مختصر مضمون میں یہ ممکن نہیں۔ لہٰذا سیرت نبوی کی جامعیت کے خطبے کے ایک اقتباس پر اکتفا کرتا ہوں، سید صاحب فرماتے ہیں:

”... کامل اخلاق کا مجموعہ صرف محمد رسول اللہ کی سیرت ہے، اگر دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو۔ اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکۂ اُحد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درس گاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ، اگر واعظ و ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تنہائی و بے کسی کے عالم میں حق کے منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبی کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو، اگر یتیم ہو تو عبداللہ و آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے بچے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے

(بقیہ صفحہ ۶ پر)

اردو دُنیا

ریاست تلنگانہ میں ایک بھی اردو میڈیم پرائمری یا ہائی اسکول بند نہیں ہوگا

تلنگانہ اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن کے کیلنڈر کی رسم اجرا تقریب سے نائب وزیر اعلا محمد محمود علی کا خطاب

حیدرآباد (۲۰ جولائی)۔ حکومت تلنگانہ نہ صرف اردو زبان کی ترقی و ترویج بلکہ اس کی تحفظ کی بھی پابند ہے۔ ریاست تلنگانہ کے وزیر اعلا کے چندر شیکھر راؤ چاہتے ہیں کہ اردو زبان کو زیادہ سے زیادہ ترقی دی جائے۔ ان خیالات کا اظہار نائب وزیر اعلا ریاست تلنگانہ محمد محمود علی نے آج اولڈ سٹی دفتر پر تلنگانہ اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن کی جانب سے کیلنڈر کی رسم اجرا تقریب کے بعد کیا۔ ڈپٹی چیف منسٹر نے ایسوی ایشن کی جانب سے اردو میڈیم اسکولوں کے مسائل بالخصوص ترتیبی بنیاد پر بند کرنے کی مذموم سازش سے واقفیت حاصل کی۔ محمد محمود علی نے ترتیبی بنیاد کے نام پر بند کیے جانے والے اسکولوں کی مکمل تفصیلات اور اعداد و شمار بھی دینے ایسوی ایشن کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ ریاست تلنگانہ میں ایک بھی پرائمری و ہائی اسکول بند نہیں ہوگا، بلکہ مزید اردو میڈیم اسکولوں کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ انھوں نے کہا کہ کے. سی. آر چاہتے ہیں کہ تلنگانہ کے سرکاری اسکولوں میں معیاری تعلیم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت نے کے جی سے پی جی تک تعلیم کو مفت فراہم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ایسوی ایشن نے خالی اسامیوں بالخصوص جونیر لیکچررس، واحد کالج لیکچررس، بی ایڈ کالج لیکچررس کی خالی اسامیوں کو بھی پُر کرنے کا مطالبہ کیا۔ جب وزیر اعلا محمد محمود علی نے ایسوی ایشن کے ذمہ داران کو اس بات کا یقین دلایا کہ وہ وزیر اعلا کے. چندر شیکھر راؤ کو مذکورہ مسائل سے واقف کرواتے ہوئے ان کے حل کے لیے زور دالیں گے۔

(اردو ایکشن۔ بھوپال)

اردو دستخط بھی سرکاری محکموں کو راس نہیں آتا

الہ آباد (۱۷ جولائی)۔ ریاست میں دوسری سرکاری زبان اردو سے متعلق اردو داں عوام کو جن مشکلات اور متعصب افسران سے واسطہ پڑتا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں رہ گیا ہے۔ تعلیمی محکمہ، بینک اور دیگر دفاتر میں اردو سے بیزاری کے واقعات آئے دن رونما ہوتا رہتے ہیں لیکن حد تو یہ ہے کہ اردو دستخط بھی سرکاری محکمے کو راس نہیں آتا اور اس کے لیے باضابطہ حلف نامہ کا تحریر شامل کرنا پڑتا ہے۔ کانپور روڈ پر واقع ٹرانسپورٹ نگر کے آر ٹی او دفتر میں تازہ ترین واقعہ پیش آیا۔ بمرولی کے حاجی جنید احمد جو آل انڈیا ٹیچرس ایسوی ایشن مدارس عربیہ کے تنظیمی سکریٹری ہیں، انھوں نے جب اپنی موٹر سائیکل ماسٹر محمد اعجاز کو فروخت کی تو ان کے نام ٹرانسفر کے لیے آر ٹی او کے کلرک نے کارروائی کی تکمیل کرنے سے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ رجسٹریشن میں اردو دستخط ہے اس لیے حلف نامہ داخل کرنا ہوگا۔ جنید احمد بذات خود نہ صرف محب اردو ہیں بلکہ اچھے اردو داں بھی ہیں اور انھیں اردو کے دوسری سرکاری زبان کے ضابطہ و قانون کا علم تھا، وہ بھی حلف نامہ نہ دینے پر بضد ہو گئے اور جب معاملہ آر ٹی او پہنچا تو افسر نے یہ اعتراف کیا کہ گاڑی رجسٹریشن کے وقت اردو دستخط ہونے پر بعد میں حلف نامے کا مطالبہ یہاں کی غلط روایت ہے۔ چناں چہ افسر کی ہدایت پر جنید احمد کو حلف نامہ جمع کرنے کی ضرورت نہیں پڑی اور اس کے لیے اس کلرک کو خفت کا سامنا کرنا پڑا۔ جنید احمد نے بتایا کہ دوسری سرکاری زبان اردو کی راہ میں پریشانیاں ضرور ہیں لیکن عزائم، حوصلے اور مثبت طریقہ کار سے اردو دشمنوں کو زیر کیا جا سکتا ہے۔

(اردو ایکشن۔ بھوپال)

اردو اساتذہ کی کونسلنگ کیوں نہیں؟

لکھنؤ (۲۵ جولائی)۔ تقریباً ایک سال مکمل ہونے کو ہے معلم اردو والوں کے لیے 4280 اسامیاں منظور ہوئی تھیں۔ کونسلنگ بھی شروع ہو گئی تھی مگر کچھ لوگوں کی ہی کونسلنگ کرانے کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا اور آج تک دوبارہ شروع نہیں ہو سکا۔ اس پر کوئی عدالتی روک بھی نہیں ہے۔ آج بیسک شکشا محکمے میں تمام طرح کے اساتذہ کی کونسلنگ بغیر کسی وجہ کے بند ہے۔ 4280 اسامیوں میں سے تقریباً آدھی اسامیاں خالی ہیں۔

(آگ۔ لکھنؤ)

اسپیشل اردو آفیسر کا عہدہ

ہندی آفیسر میں

تبدیلی کے خلاف احتجاج

حیدرآباد (۲۳ جولائی)۔ اردو فورم کی جانب سے اردو کے مسائل کے تعلق سے ایک اہم اجلاس جناب محمد اسماعیل الرب انصاری کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ جناب محمد اسماعیل الرب انصاری (صدر فورم) نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ڈائرکٹر آف اسکول ایجوکیشن کے دفتر میں ۱۹۸۰ء میں اردو والوں کے مسائل کے حل کے لیے سرکاری سطح پر اسپیشل آفیسر اردو کا عہدہ قائم کیا گیا اور اس عہدے پر مختلف حضرات اپنے فرائض انجام دیتے آئے ہیں۔ چند سالوں سے محترمہ غوثیہ بیگم بحیثیت اسپیشل آفیسر اردو اپنے فرائض انجام دے رہی تھیں، اچانک اس عہدے کو برخاست کرتے ہوئے ہندی اسپیشل آفیسر کی حیثیت سے انھیں فرائض انجام دینا پڑ رہا ہے جب کہ گزشتہ چند ماہ سے ان کی تنخواہ بھی ادا نہیں کی گئی ہے۔ اجلاس میں اس بات کی ستائش کی گئی کہ اسماعیل الرب انصاری کی قیادت میں جب ایک وفد نے پروفیسر ایس اے شکور (سکریٹری اردو اکیڈمی) سے ملاقات کی تو انھوں نے یقین دلایا کہ وہ اردو اکیڈمی کی جانب سے بھی تحریری طور پر اعلا عہدیداروں سے نمائندگی کر کے اسپیشل آفیسر اردو کے عہدے کو بحال کرائیں گے۔ اس اجلاس میں یہ بھی طے کیا گیا کہ اردو زبان سے کی جانے والی ہر ناانصافی کے خلاف عملی طور پر جد و جہد کی جائے گی۔ اجلاس میں محبان اردو کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

(سیاست۔ حیدرآباد)

35 سال بعد اردو میڈیم کے 38 اساتذہ کا پروموشن

اساتذہ کی فہرست جاری، ٹیچروں کی تنظیم نے فیصلے کا خیر مقدم کیا

ممبئی (۱۳ جولائی)۔ 35-33 سال کے طویل انتظار کے بعد آخر کار برہن ممبئی میونسپل کارپوریشن (بی ایم سی) نے اردو میڈیم کے اساتذہ کو پروموشن دینے کا اعلان کر ہی دیا۔ شہری انتظامیہ کی جانب سے ان اساتذہ کی فہرست بھی جاری کی گئی ہے جنھیں پروموشن دیا گیا ہے۔ فہرست میں اساتذہ کے نام اور موجودہ اسکول کے نام کے ساتھ ہی ساتھ اس اسکول کا نام بھی دیا گیا ہے جہاں انھیں ہیڈ ماسٹر بنا کر بھیجا جا رہا ہے۔ حق تعلیم نافذ کرنے کے لیے بی ایم سی کے اس قدم سے میونسپل اساتذہ میں خوشی کی لہر ہے اور انھوں نے محکمہ تعلیم کے فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے۔ ایجوکیشن آفیسر نے ۱۰ جولائی کو پروموشن دینے کا سرکلر (نمبر 67) جاری کیا ہے جو پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس سلسلے میں اساتذہ کی غیر سرکاری تنظیم برہن ممبئی مہانگر پالیکا شکشک سبھا کے نائب صدر (اردو حلقہ) ناصر الدین شیخ نے بتایا کہ 35-33 سال بعد اردو میڈیم کے 38 میونسپل اساتذہ کا پروموشن کیا گیا ہے۔ اس کے لیے ہم ایجوکیشن آفیسر جوگی کو مبارک باد پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے یونین کی درخواست پر توجہ دی اور تعلیم کے معیار کو بہتر کرنے کے لیے یہ اہم فیصلہ کیا۔ انھوں نے مزید کہا کہ کسی بھی اسکول کے انتظام اور تعلیمی معیار کا ذمہ دار ہیڈ ماسٹر ہوتا ہے لیکن کئی اردو میونسپل اسکولس ایسے تھے جو برسوں سے ہیڈ ماسٹر کے بغیر ہی جاری تھے اور سینئر اساتذہ سے ہیڈ ماسٹر کے کام لیے جاتے تھے۔ سینئر اساتذہ پر پڑھانے اور اسکول کے دفتری کاموں کو کرنے کا دوہرا بوجھ تھا جس کے سبب بچوں کی پڑھائی متاثر ہوتی تھی۔ لیکن اب ہیڈ ماسٹر کے عہدوں کو پُر کرنے کے بعد اس کا قوی امکان ہے کہ نئے اساتذہ کا انتخاب عمل میں آئے گا اور اس سے میونسپل اسکولوں کا تعلیمی معیار مزید بہتر ہوگا۔

تنظیم کے رکن کے مطابق ۱۹۷۹ء کے اساتذہ کو اسسال باقاعدہ پروموشن دیا گیا۔ حالاں کہ محض 12 سال تک استاد کی خدمت انجام دینے کے بعد پہلی سینئر پے اور اس کے بعد مزید 12 سال پڑھانے پر دوسری سینئر پے ملتی تھی لیکن کوئی پوسٹ نہیں دی جاتی تھی۔ یکم جنوری ۲۰۰۶ء سے چھٹے پے کمیشن کے نافذ ہونے کے بعد سے اساتذہ کو ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر کے طور پر ترقی دینے کا سلسلہ بھی ختم کر دیا گیا تھا۔ ہر مہینے اور سال اساتذہ تو ریٹائر ہو رہے ہیں لیکن نئے اساتذہ کی بھرتی عمل میں نہیں آ رہی تھی، لیکن اب ان اساتذہ کو ہیڈ ماسٹر کے طور پر پروموشن دیے جانے سے ان نئے اساتذہ کے لیے بھی پوسٹیں خالی ہونے کی امیدیں ہیں جنھیں شکشک سیوک کے طور پر منتخب تو کر لیا گیا ہے لیکن اسکولوں میں خالی جگہ نہ ہونے کے سبب ان کی پوسٹنگ نہیں کی جا رہی تھی۔

واضح رہے کہ آر ٹی ای (حق تعلیم) کے تحت پہلی سے پانچویں جماعت کے 30 طلبہ کو تعلیم دینے کے لیے ایک ٹیچر کا تقرر کیا جانا چاہیے۔ اسی طرح ششم تا ہشتم جماعت میں ہر 35 طلبہ پر ایک استاد کا متعین کرنا لازمی ہے اور جہاں 100 سے زیادہ طلبہ داخلہ دیا جاتا ہے وہاں پورا ہیڈ ماسٹر ہونا لازمی ہے۔ یاد رہے کہ ۱۳ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو حکومت مہاراشٹر کی جانب سے جی آر نمبر ۴-MMM جاری کر کے آر ٹی ای نافذ کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

(اردو ایکشن۔ بھوپال)

اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ عملی طور پر دیا جائے

آسنسول، مغربی بنگال۔ ریاستی اقتدار میں تبدیلی کے بعد آسنسول سب ڈویژنل اسپتال کو آسنسول ضلع اسپتال کا درجہ دیا گیا لیکن اس اسپتال کو ضلع اسپتال کا درجہ دیے جانے سے قبل ہی ریاست میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے کا بل ریاستی کابینہ اور اسمبلی میں پاس کر دیا گیا تھا لیکن ریاست کے سرکاری اداروں یا دفتروں میں اردو کی دھجیاں اڑتا ہوا دیکھ کر کوفت ہوتی ہے۔ آسنسول ضلع اسپتال جس کی انتظامیہ کے سربراہ مولائے گھٹک ہیں، جو اردو نوازی اور سرکاری اردو داں اور دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیے جانے کا ذکر تقریباً تمام اردو حلقوں میں اب بھی کرتے ہیں لیکن یہ کیسا دوسری سرکاری زبان کا درجہ ہے کہ نہ ضلع اسپتال کے نام کی تختی، نہ سب ڈویژنل مجسٹریٹ دفتر کے نام کی تختی، نہ رابندر بھون کے نام کی تختی نہ کسی سرکاری ادارے کے نام کی تختی تک اردو زبان میں لکھی جا سکتی ہے۔ نہ تعلیم کے شعبے میں کوئی سہولت، نہ اسپتال نہ عدالت، نہ ہی کسی بھی ذیلی دفتر میں اردو کے وجود کا احساس ہے سرکاری اعلان کے مطابق 10 فیصد سے زیادہ اردو آبادی والے علاقے آسنسول جہاں تقریباً 30 سے 35 فیصد اردو والے ہیں وہ نہیں ہوتا ہے۔

(اردو ایکشن۔ بھوپال)

اردو اسکولوں کو بند کرنے کی کوئی تجویز نہیں ہے

پرائیویٹ اسکولوں میں بھی اردو پڑھانے کو لازمی قرار دیا جائے گا

بنگلور (۲۶ جولائی)۔ کرناٹک کے وزیر برائے اوقاف اور میونسپل ایڈمنسٹریشن جناب قمر الاسلام نے بتایا کہ اردو اسکولوں کو بند کرنے کی حکومت کے پاس کوئی تجویز نہیں ہے۔ اردو والوں کو چاہیے کہ وہ اردو کے ساتھ کنڑ اور انگلش سبجیکٹ لازمی طور پر پڑھیں۔ آج یہاں اردو میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے جناب قمر الاسلام نے بتایا کہ مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنا ہمارا بنیادی حق ہے۔ وزیر اعلا سدارامیا نے بھی مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے کے معاملے میں گزشتہ دنوں بتایا کہ اس معاملے میں وزیر اعظم نریندر مودی نے بھی مادری زبان کی پالیسی پر جوابی خیال کرنے کے لیے تمام ریاستوں کے وزرائے اعلا کی ایک میٹنگ طلب کرنے کی بات کہی ہے۔ مسٹر سدارامیا نے بتایا کہ وزیر اعظم یہ میٹنگ نہیں بلاتے ہیں تو وہ خود تمام ریاستوں کے وزرائے اعلا کی میٹنگ بلائیں گے۔ جناب قمر الاسلام نے بتایا کہ مادری زبان کے معاملے میں وزیر اعلا بھی سنجیدہ ہیں۔ جہاں تک اردو اسکولوں کا معاملہ ہے اس میں سدھار کی ضرورت ہے۔ انھوں نے کہا کہ پرائیویٹ کنڑ اور انگلش میڈیم اسکولوں میں بھی جہاں بھی اردو کے دس طلبہ ہیں وہاں اردو پڑھانے کا انتظام ہونا چاہیے۔ (سالار۔ بنگلور)

اردو اساتذہ کے ذریعے بیسک تعلیم افسر کا گھیراؤ

معلمین نے تنخواہ ادا کرنے کا کیا مطالبہ

ہاپوڑ، یوپی (۳۰ جولائی)۔ بیہڑ اسکول میں گزشتہ جنوری میں مقرر کیے گئے اردو اساتذہ کو چھ ماہ سے اعزازیہ نہیں ملا ہے۔ اس بات سے ناراض اردو اساتذہ نے ضلع بیسک تعلیم افسر کا گھیراؤ کرتے ہوئے اعزازیہ ادا کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ واضح رہے کہ حکومت کی ہدایت پر گزشتہ جنوری میں ضلع کے مختلف سرکاری اسکولوں میں 73 اساتذہ کی کونسلنگ کے بعد تقرری کی گئی تھی، جن کی تقرری کو تقریباً چھ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے، اس کے باوجود اردو اساتذہ کو اعزازیہ نہیں ملا ہے۔ گزشتہ ایک ماہ سے اساتذہ تنخواہ ادا کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے گزشتہ ماہ ثانوی وزیر تعلیم محبوب علی کو عرض داشت سپرد کرتے ہوئے اعزازیہ ادا کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ ۳۰ جولائی کو اردو معلمات سعدیہ عروج، روبینہ بیگم، مریم صدیقی، نعیم زہرہ، عذرا پروین، رضیہ سلطانہ، اقبال احمد شبانہ اور پروین وغیرہ نے ضلع بیسک تعلیم افسر ایم پی ورما کا گھیراؤ کیا۔ اس سلسلے میں ضلع بیسک تعلیم افسر ایم پی ورما نے بتایا کہ جن 73 اردو اساتذہ کی تقرری کر دی گئی ہے ان کے دستاویزوں کی تصدیق کا کام کیا جا رہا ہے، تصدیق کا کام مکمل ہونے کے بعد بیسک تعلیم محکمے کے ڈائرکٹر کے ذریعے اعزازیہ تقسیم کرنے کے لیے فنڈ فراہم کیا جائے گا۔ (آگ۔ لکھنؤ)

ادب جو زندگی کا حقیقی عکاس ہے اس نے ہر دور میں انسانی زندگی کی ترجمانی کی ہے

مالیگاؤں میں افسانوی کتابوں کا اجرا، نمائش اور سیمینار کامیابی سے ہمکنار

مالیگاؤں (پریس ریلیز)۔ اردو افسانوی ادب جو کہ زندگی کا حقیقی عکاس رہا ہے اس میں حالات اور ادوار کے لحاظ سے تبدیلی ہوتی رہی ہے، باوجود اس کے اس نے ہر دور میں انسانی زندگی کی بھرپور ترجمانی کی ہے۔ ان خیالات کا اظہار پروفیسر عبدالمجید انصاری نے مہاراشٹر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکادمی، ممبئی کے اشتراک اور انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ مالیگاؤں نیز اردو لائبریری ٹرسٹ کے زیر اہتمام منعقدہ 'مہاراشٹر میں اردو افسانہ، افسانچہ نگاری کی روایت' پر مبنی سیمینار کی صدارت کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر معروف نقاد سلیم شہزاد نے کہا کہ افسانچہ کوئی الگ صنف نہیں ہے بلکہ یہ افسانے کا ہی حصہ ہے۔ جس طرح انگریزی ادب کے ماہرین نے مختلف اصطلاحوں کا استعمال کر کے کہانی کے طویل اور مختصر ہونے پر الگ الگ اصطلاحیں استعمال کی ہیں، آج اردو ادب میں بھی اس کی تقلید کرتے ہوئے افسانہ، افسانچہ، یک سطری کہانی، مختصر کہانی، منی افسانے اور دیگر اصطلاحیں اور ان کا استعمال کیا جانے لگا ہے۔

سیمینار کے آغاز سے قبل اردو لائبریری کے فوقانی ہال میں افسانوی کتب کی نمائش کا افتتاح جناب خالد عمر صدیقی (چیئرمین اردو لائبریری) کے ہاتھوں عمل میں آیا جب کہ اردو لائبریری کے مسلم ہال میں سیمینار کا انعقاد عمل میں آیا۔ پروفیسر عبدالمجید صدیقی نے سیمینار کے اغراض و مقاصد بیان کیے اور نظامت کے ساتھ مہمانوں کا تعارف محمد یعقوب ایوبی نے پیش کیا۔ سیمینار میں اسحاق خضر نے 'مالیگاؤں میں افسانہ نگاری کی روایت'، رحیم رضا (بیاول) نے 'اردو ادب میں افسانچہ کی اہمیت'، ساجد کلیم (سلوڑ) نے 'اردو افسانہ/ افسانچہ نگاری کے فنی لوازم'، ڈاکٹر مشتاق احمد وانی (جموں توی) نے 'اردو افسانچہ میں انسانی نفسیات اور معاشرے کی عکاسی'، ڈاکٹر عظیم راہی (اورنگ آباد) نے 'اردو افسانچہ - موجودہ صورت حال پر جائزہ'، رونق جمال (درگ) نے 'اردو افسانچہ زندگی اور مسائل سے کتنا قریب' کے عنوانات پر اپنے مقالے پیش کر کے داد و تحسین حاصل کیے۔

تقریب کے اجلاس دوم میں محفل افسانہ اور افسانچہ خوانی کے تحت مقامی قلم کاروں میں تحسین احمد، فریدی خلیل احمد، ہارون اختر اور طاہر انجم صدیقی نے اپنے افسانے پیش کیے۔ مہمان قلم کاروں میں محمد قیوم میو (آگرہ)، محمد رفیع الدین مجاہد (اکولہ)، معین الدین عثمانی (جلگاؤں)، اکبر عابد (ممبئی) اور ڈاکٹر مشتاق احمد وانی نے اپنے افسانچے پیش کیے۔ ان افسانوں/ افسانچوں پر حمید شیخ اور احمد عثمانی نے تبصرے اور اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے انجمن ترقی اردو شاخ مالیگاؤں کے عہدہ داران بالخصوص سیمینار کے کنوینر خیال انصاری کے حسن انتظام اور افسانے پر کامیاب سیمینار کے انعقاد پر ان کی سراہنا کی گئی۔ محفل افسانہ کے بعد تقریب استقبال کے تحت تعلیم، درس و تدریس، صحافت، ادب اور آرٹ کے زمرے میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے احباب کا استقبال، شال، پھول اور فائل دے کر ان کی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔

صحافت میں لطیف جعفری (شاہنامہ)، آرٹ کے لیے رشید آرٹسٹ، ادب کے لیے سجاد عزیز، مجید انور، عرفان عارف، ادب اطفال کے لیے یعقوب مرتضی اور ابو اسامہ (ابن آدم) نیز تعلیم کے میدان میں نمایاں خدمات کے لیے خان انعام الرحمن، محمد یعقوب ایوبی اور محمد یسین محمد اعظمی شامل تھے۔ تقریب میں شامل تمام مقالہ نگاروں اور افسانہ نگاروں کو مومنٹو، شال، فائل اور توصیفی سند دے کر حوصلہ افزائی کی گئی۔ تقریب میں جناب ایم یسین (بھیونڈی) اور مقامی سطح پر علم و ادب سے جڑی معتبر شخصیتوں کے علاوہ کالج کے اساتذہ اور طلبہ وطالبات کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ انھیں بھی اٹینڈنس سرٹیفکٹ سے نوازا گیا۔ اس تقریب میں رونق جمال اور محمد قیوم صبا کی افسانچوں کی کتابوں کی رونمائی بھی انجام پائی۔

بلگام (کرناٹک) میں

اردو گھر کا قیام

بلگام، کرناٹک (۲۶ جولائی)۔ ابھی حال ہی میں اردو پرائمری اسکولوں کو کنڑ اسکولوں میں تبدیل کرنے کی سازش کے تعلق سے تین ارکان اسمبلی فیروز سیٹھ، تنویر سیٹھ اور این اے حارث کے ناموں کی شمولیت سے اردو کے چاہنے والوں کو سخت صدمہ ہوا ہے۔ اس ضمن میں کرناٹک ماکارلی ڈیولپمنٹ سوسائٹی بلگام کے صدر امتیاز میستری نے اردو اخبار کو دیے گئے بیان میں کہا ہے کہ وہ اس بات کو قطعی ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ اس طرح کا مسموم ارادہ رکن اسمبلی فیروز سیٹھ کر سکتے ہیں۔ ویسے بھی فیروز سیٹھ نے فوری طور پر اپنی وضاحت کر دی ہے کہ وہ اس معاملے میں شریک نہیں ہیں۔ امتیاز میستری نے کہا کہ جہاں تک اردو میڈیم سے تعلیم پا رہے طلبہ کے لیے قبل از امتحان کوچنگ کا رہا ہے، شہر کے کم و بیش 290 طلبہ نے استفادہ کیا ہے اور قابل اطمینان بات یہ ہے کہ اس کا نتیجہ بھی سو فیصد رہا ہے۔ تمام طلبہ اچھے نمبرات سے کامیاب ہوئے ہیں۔ ہمارے اس کام کی ایم ایل اے فیروز سیٹھ اور ان کے برادر راجو سیٹھ نے نہ صرف بھرپور ہمت افزائی اور ستائش کی ہے بلکہ اپنی جانب سے مکمل تعاون کا یقین دلایا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ اردو کے فروغ، ترقی، ترویج اور اشاعت میں ہماری بھی ذمہ داریاں ہیں، افسوس ہے کہ اسے ہم نے نہیں سمجھا ہے۔ ابھی حال ہی میں کرناٹک اردو اکیڈمی کی چیئرپرسن ڈاکٹر فوزیہ چودھری اور اردو کے خدمت گار ع۔ صد خان پوری سے فیروز سیٹھ نے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ بلگام میں اردو گھر کے قیام میں وہ پورا پورا ساتھ دیں گے۔ اس لیے مجھے یقین ہے کہ اردو گھر کا قیام بلگام میں ضرور ہوگا اور فیروز سیٹھ اس میں کلیدی کردار ادا کریں گے۔ (اردو ایکشن۔ بھوپال)

ریاستی حکومت کی لاکھ کوششوں اور وعدوں کے باوجود کچھ افسروں کی بدنیتی کی وجہ سے اب بھی اردو کے ساتھ زیادتی جاری ہے

اسلام پور، مغربی بنگال (۲۰ جولائی)۔ ریاستی حکومت کی طرف سے اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے کے بعد جہاں ایک طرف اردو آبادی کے ساتھ انصاف ہونے کی امید لگائی جا رہی ہے اور بہت حد تک حکومت نے اردو زبان کے ساتھ انصاف بھی کیا ہے وہیں دوسری طرف کچھ فرقہ پرست ذہنیت رکھنے والے افسران اور عملے کی بدنیتی کی وجہ سے اردو زبان کے ساتھ آج بھی زیادتی جاری ہے۔

حکومت کی لاکھ کوششوں اور وعدوں کے باوجود ان افسران کی ذہنیت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے اور جہاں موقع ملتا ہے زبان کے نام پر اپنی بدنیتی کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسے ہی کئی واقعات شمالی دیناجپور کے اسلام پور حلقے میں دیکھا جا رہا ہے۔ موجودہ واقعہ دلکولا کے فرسا پرائمری اسکول کا ہے جہاں کی بیشتر آبادی اردو والوں پر مشتمل ہے، ساتھ ہی ایک بڑا طبقہ ہندی زبان سے بھی تعلق رکھتا ہے جب کہ بنگلہ جاننے والے نہیں کے برابر ہیں لیکن اس اسکول میں ایک سال قبل ایک بنگلہ ٹیچر کی بحالی کر دی گئی تھی جس کے خلاف مقامی اردو داں طبقے نے آواز اٹھائی اور اردو ٹیچر کی بحالی کا مطالبہ کیا تھا جس پر مقامی اسکول انتظامیہ نے یہ یقین دلایا تھا کہ اردو طلبہ کو دھیان میں رکھتے ہوئے جلد ہی اردو ٹیچر کی بحالی کی جائے گی لیکن ایک سال تک اردو ٹیچر کی بحالی نہیں کی گئی۔ ایک ہفتہ قبل اسی اسکول میں پھر ایک بنگلہ ٹیچر کی بحالی کر دی گئی جس سے اردو داں طبقے میں بے چینی پھیل گئی۔ اتنی تعداد میں اردو طلبہ کو نظر انداز کر کے دوبارہ بنگلہ ٹیچر بحال کیے جانے کے خلاف مقامی اردو داں طبقے کے ایک وفد نے DI سے ملاقات کی اور بنگلہ ٹیچر کی بحالی کی پُرزور مخالفت کرتے ہوئے ان سے مطالبہ کیا کہ اس اسکول میں اردو ٹیچر کی بحالی کی جائے ورنہ اسکول میں تالا لگا دیا جائے گا۔ اس دوران کئی کاؤنسلر حضرات نے اردو طلبہ کے ساتھ سوتیلا سلوک کرنے پر اسکول انتظامیہ کے خلاف آواز بلند کی اور کہا کہ اردو بچے اسکول میں صرف کھچڑی کھانے نہیں آتے بلکہ انھیں بھی ٹیچر کی ضرورت ہوتی ہے، اگر حکومت اور انتظامیہ اردو ٹیچر بحال نہیں کر سکتی تو اسکول چلانے کا کوئی مطلب نہیں ہے اس لیے اسکول میں تالا لگا دینا ہی بہتر ہے۔ ساتھ ہی اس وفد نے بڑے احتجاج کی دھمکی بھی دی۔ حالات بے قابو ہوتا دیکھ DI نے اس وفد سے تین چار دن کا وقت مانگا اور کہا کہ اس سلسلے میں دیگر اعلا افسروں سے بات کر کے معاملے کو حل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مقامی اردو داں وفد کے دباؤ کی وجہ سے اسکول انتظامیہ کو مجبور ہونا پڑا اور بالآخر ایک اردو ٹیچر محمد شاہنواز عالم کو ایک دوسرے اسکول سے ٹرانسفر کر کے اس اسکول میں بحال کیا گیا۔ واضح رہے کہ یہ صرف کسی ایک اسکول کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اسلام پور کے بیشتر اسکولوں میں اسی طرح کے مسائل درپیش ہیں، ان میں سے جہاں مقامی لوگ اور اردو داں طبقہ مستعد رہتا ہے وہاں تو انصاف ہو جاتا ہے۔ (اخبار مشرق۔ کلکتہ)

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب : انبساطِ فکر
(تحقیقی و تنقیدی مضامین)
مصنف : پروفیسر محمد علی اثر
ضخامت : ۱۸۸ صفحات
قیمت : ۲۲۵ روپے
ناشر : ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس
گلی عزیز الدین وکیل
کوچہ پنڈت، لال کنواں
دہلی-۱۱۰۰۰۶
تبصرہ نگار : امیر حمزہ
ameerhamzah093@gmail.com

پروفیسر محمد علی اثر کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ دکنیات کے اساتذہ اور موجودہ اردو ادب کے محققین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے وہ ایک طویل عرصے تک منسلک رہے ہیں۔ ان کا تعارف اصل میں ان کے تحقیقی کام ہیں جن کو وہ اب تک بہت ہی شغف سے انجام دیتے آرہے ہیں۔

پروفیسر اثر نے اپنی تحقیقی خدمات سے دکنیات کو بہت مالا مال کیا ہے۔ ان کی اکثر تحقیقات دکنی ادب سے متعلق ہیں، انھوں نے دکنیات کو وسیع کر کے تاریخ ادب اردو میں بہت ہی اضافہ کیا ہے اور اس کی جڑوں کو مضبوط کیا ہے۔

پروفیسر محمد علی اثر کی تقریباً 42 کتابیں شائع ہو کر تشنگانِ علم کی پیاس بجھا رہی ہیں اور محققین کی رہنمائی کر رہی ہیں۔ تحقیق و تنقید میں ان کی 20 کتابیں شائع ہو چکی ہیں جو اپنی معیار تحقیق کی بنا پر استناد کا درجہ رکھتی ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب مصنف کی تحقیقی اور تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں پندرہ مضامین ہیں جن میں کچھ مضامین خالص تحقیقی ہیں اور کچھ تنقیدی۔ ان کے تنقیدی مضامین میں بھی تحقیقی باتیں جا بجا بکھری ہوئی ملتی ہیں۔ کتاب کا پہلا مضمون 'اورنگ زیب دکنی شعرا کی نظر میں' یہ ایک خالص تحقیقی مضمون ہے۔ اس مضمون کے متعلق ڈاکٹر فریس لکھتے ہیں: "یہ مضمون اس اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے کہ اکثر دکنی نے اورنگ زیب عالمگیر کے فتوحاتِ دکن کو ستائش کی نظر سے نہیں دیکھا"۔ اصل میں دکن کے فتوحات عالمگیر سے بیجاپور اور گولکنڈہ کے شہر حسن شہر خوشحال میں تبدیل ہو گئے تھے، اس وجہ سے اورنگ زیب کے خلاف دکنی ذہن رہا ہے۔

دوسرا مضمون 'ملک الشعرا غواصی: شخصیت، شاعری اور نو دریافت کلام' ہے، اس مضمون میں غواصی کی اہمیت دکنی شعرا میں اور اس کی شاعری کی خصوصیات کو بہت ہی دلچسپ پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں جو سب سے اہم چیز ہے وہ یہ ہے کہ مصنف نے غواصی کی تین نایاب غزلوں کو دریافت کیا ہے اور ان غزلوں کا فرہنگ بھی پیش کیا ہے اس اعتبار سے یہ ایک اہم کام ہے جو غواصی کی جانب محققین کے ذہنوں کو مبذول کراتا ہے۔

'حیدرآباد اور ادبیاتِ اقبال' میں اقبال اور حیدرآباد کے بیچ سے متعلق بہت ہی نادر باتوں کو جمع کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں مصنف نے بہت ہی عرق ریزی سے ہر اس بات کو پیش کیا ہے جو اقبال اور ان کی شاعری کے متعلق ہے اور اس میں حیدرآباد کو کیا اولیت حاصل ہے، ہر چیز کو انھوں نے حوالے کے ساتھ پیش کیا ہے۔ جیسے حیدرآباد کو ہی اقبال کے پہلے اردو مترجم ہونے کا اعزاز حاصل ہے کہ اقبال کے Ph.D کے مقالے کو 'فلسفۂ عجم' کے نام سے ترجمہ کیا گیا اور ۱۹۳۶ء میں ہی اسے انجمن اشاعت اردو حیدرآباد نے شائع کیا ہے۔ اسی طرح اور بہت ساری ادبیات اس مضمون میں شامل ہیں۔

اگلا مضمون خواجہ احمد فاروقی کی مکتوب نگاری سے متعلق ہے۔ اس مضمون میں ان کی خطوط نگاری کا اس طرح سے جائزہ لیا گیا ہے جس سے ان کی سیرت، شخصیت، مزاج و منہاج، مذہب و مسلک اور انداز فکر و نظر کے تمام خد و خال نمایاں ہو جاتے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب میں دو مضمون راہی فدائی کے متعلق ہیں، ایک راہی فدائی کی نعتیہ شاعری کے اوپر اور دوسرا راہی فدائی کا تحقیقی کارنامہ 'استشہاد' پر ہے۔ اس مضمون میں مصنف نے 'استشہاد' کا ایک جامع تعارف پیش کیا ہے۔

کتاب میں ایک اور اہم مضمون 'دکنی ادب پر تحقیقی کام' کے عنوان سے ہے، یہ ایک طویل مقالہ ہے جو 34 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مقالے میں انھوں نے دکنی ادب پر تحقیقی کام کا عہد بہ عہد جائزہ پیش کیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ ایک بہت ہی اہم مقالہ ہے جو دکنیات میں درک حاصل کرنے کے لیے مشعلِ راہ کا کام دے گا۔

آخر میں ایک مضمون 'ابوالحسن قربی کے اردو تصانیف' کے عنوان سے ہے۔ اس مضمون میں قربی کی شخصیت اور اردو میں ان کا مقام خصوصاً جنوبی ہند میں کیا ہے بخوبی واضح ہوتا ہے۔ اس طرح کے اور بھی مضامین اس کتاب میں اہمیت کے حامل ہیں۔

◆◆◆

بقیہ: فلمی دنیا کے رازہائے سربستہ

صفحہ ۸ سے آگے

شاہ نواز اس فلم کے ستارے تھے۔ کہانی زوردار تھی، مکالمے جاندار تھے اور نغمے ادبی انداز میں تھے اور اعلا پایے کے تھے۔ فلم نے شاندار کامیابی حاصل کی اور کئی مقامات پر سلور جوبلی منائی۔

اس کے بعد 'نشانہ' اور 'کمرہ نمبر 9' آئیں جو ہٹ گئیں۔ کئی اور پکچروں میں گیت لکھنے کا موقع ملا مگر ان میں سے زیادہ تر کسی نہ کسی وجہ سے فیل ہو گئیں۔ آخر نخشب خود پروڈیوسر بن گئے، اشوک کمار اور نادرہ کو لے کر فلم 'نغمہ' بنائی جو ایک بے ہودہ پیشکش تھی مگر قسمت نے چانس دیا اور چل گئی۔ فلم کے گیت لوگوں کو بڑے پسند آئے اور کچھ مقامات پر فلم نے جوبلی منائی۔ اس کے بعد طلعت محمود اور نادرہ کے ساتھ 'رفتار' پروڈیوس کی جو چل نہ سکی۔ ایک دو اور فلمیں بنائیں مگر وہ ناکام ہو گئیں، نادرہ کے ساتھ البتہ نخشب کا رومانس چلتا رہا۔ کافی قرض نخشب کے سر چڑھ گیا تھا جسے وہ ادا نہ کر سکے۔ ایک روز چپ چاپ سمندری راستے سے پاکستان چلے گئے اور اپنی فلموں کے پرنٹ اسمگل کر کے پاکستان لے گئے، وہاں ان فلموں کو ریلیز کیا اور روپے کمائے۔

فلموں میں مار دھاڑ کے جو مناظر دکھائے جاتے ہیں ان میں ڈمی آرٹسٹوں یعنی Duplycate سے کام لیا جاتا ہے۔ ان کا میک اپ اس ڈھنگ سے کیا جاتا ہے کہ وہ اصلی معلوم ہوں۔ ہوشیار کیمرہ مین Side یا Back سے ان کے پوز اس طرح سے لیتا ہے کہ وہ حقیقی نظر آئیں۔ ایسے خطرناک مناظر میں اصلی آرٹسٹوں کے صرف کلوز اپ ہی لگائے جاتے ہیں۔

بمبئی میں فلم 'مدہوش' کی شوٹنگ چل رہی تھی جس میں راکیش روشن اور مہندر سندھو نے لڑائی مار کٹائی کی۔ یہ 1973 کی بات ہے۔ پہلی شفٹ میں تو یہ شاٹ بلا کسی دشواری کے فلما لیے گئے لیکن دوسری شفٹ میں مناظر زیادہ خطرناک نوعیت کے تھے اس لیے کچھ دشواری کا سامنا تھا۔

راکیش روشن اور مہندر سندھو کے درمیان لڑائی جاری تھی۔ سین یہ تھا کہ دونوں کے قریب ہی ایک میز رکھا ہوا تھا جس پر کانچ کی ٹوٹی ہوئی بوتلوں کے ٹکڑے رکھے ہوئے تھے۔ منظر Bar Room کا تھا۔ مہندر کو ایک چاقو لے کر راکیش پر حملہ کرنا تھا۔ اس سین کی ڈائرکشن مشہور اسٹنٹ مین اعظم بھائی انجام دے رہا تھا۔ اعظم بھائی نے مشورہ دیا کہ اس فائٹنگ میں Risk ہے اس لیے ڈپلی کیٹ کو استعمال کیا جائے مگر دونوں ایکٹر نہیں مانے اور کہنے لگے کہ ان میں اتنا حوصلہ ہے کہ وہ یہ لڑائی خود لڑیں۔

فلم بندی شروع ہوئی۔ اس دوران مہندر کا ہاتھ میز سے جا لگا اور وہ بری طرح زخمی ہو گیا۔ اسے فوراً ناناوتی ہسپتال لے جایا گیا۔ ایکس رے ہوا اور سرجری کی گئی۔ ڈاکٹروں نے 21 دن آرام کا مشورہ دیا مگر نوجوان خون آرام پر کہاں آمادہ ہوتا ہے۔ چوتھے ہی روز مہندر سندھو اسٹوڈیو جا پہنچا۔ جب ڈاکٹر نے آرام کے بارے میں اپنے مشورے کی یاد دہانی کرائی تو وہ بولا "اگر میں کام نہیں کروں گا تو مر جاؤں گا، آرام میرے لیے موت ہے"۔

پروڈیوسر کے. آصف کی ایس. کے. اوجھا کی ہدایت میں بننے والی 1949 کی فلم 'ہلچل' میں نرگس، دلیپ کمار، بلراج ساہنی اور یعقوب نے اہم رول ادا کیے تھے۔ میوزک سجاد نے دیا تھا۔ بلراج ساہنی نے اس میں جیلر کا رول نبھایا تھا۔ ان دنوں بمبئی کی کانگریس سرکار نے اینٹی کمیونسٹ مہم چلائی ہوئی تھی اور اشتراکیوں کی گرفتاریاں ہو رہی تھیں۔ بی جی کھیر بمبئی کے وزیر اعلا اور مرارجی ڈیسائی ہوم منسٹر تھے۔ شوٹنگ ہو رہی تھی کہ ایک روز پولیس نے بلراج کو گرفتار کر لیا۔ کے. آصف کا بمبئی کے سرکاری حلقوں میں کافی اثر و رسوخ تھا۔ وہ بلراج کو رہائی دلانے میں تو کامیاب نہ ہو سکا لیکن حکومت سے یہ اجازت حاصل کر لی کہ جس دن اس اداکار کی شوٹنگ ہو پولیس اسے اپنے پہرے میں جیل سے اسٹوڈیو لائے اور کام کے اختتام پر واپس جیل لے جائے۔ یہ سلسلہ فلم کے مکمل ہونے تک جاری رہا۔

بلراج ساہنی اپنے کالج کے زمانے سے ہی کمیونسٹ نظریات کا حامی تھا اور کئی بڑے کمیونسٹوں کے ساتھ اس کی دوستی تھی۔ ایک پولیس انسپکٹر اور دو کانسٹیبل ڈیوٹی پر لگائے گئے تھے جو شوٹنگ کے دوران اس پر نظر رکھتے تھے۔ بلراج نے بھی کوئی بدمزگی پیدا نہیں کی اور سرکاری ضابطوں کی صدق دلی سے پابندی کی۔

اس کی فلمی زندگی کا ایک یادگار واقعہ یہ بھی ہے کہ حیات کے آخری دنوں میں وہ جن فلموں میں کام کرنے کا معاہدہ کیا تھا ان میں 'زخم' اور 'گرم ہوا' تھیں۔ 'زخم' مکمل ہو کر ریلیز ہو چکی تھی اور 'گرم ہوا' کی شوٹنگ اس کی موت سے صرف ایک روز قبل اختتام کو پہنچی تھی۔ اس کا آخری مکالمہ اس نے یہ ادا کیا تھا "اب مجھ میں بھی اکیلے جینے کی تاب نہیں رہی"۔ کتنی مماثلت تھی بلراج کی موت اور اس مکالمے میں۔

۱۹ مارچ ۱۹۴۹ کو محبوب پروڈکشنز کی فلم 'انداز' بڑے شاہانہ انداز میں نئے تعمیر شدہ لبرٹی سنیما میں نمائش کے لیے پیش کی گئی۔ یہ اس زمانے کا بمبئی کا سب سے خوب صورت سنیما ہاؤس تھا جسے 'فردوسِ مشرق' کا نام بھی دیا گیا تھا۔ تماشائی فلم اور سنیما ہاؤس کو دیکھنے کے لیے بے تحاشا امڈ پڑے اور پکچر سپر ہٹ ثابت ہوئی۔ اس میں مشرقی اور مغربی تہذیب کا ٹکراؤ موثر ڈھنگ سے پیش کیا گیا تھا۔ اس پیغام کے ساتھ پکچر کا اختتام ہوا کہ مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب، مغربی تہذیب ہم مشرق والوں کو کبھی راس نہیں آ سکتی۔

اس فلم کے ساتھ کئی خوشگوار اور ناخوشگوار یادیں وابستہ تھیں۔ پہلی بار چوٹی کے دو ہیرو دلیپ کمار اور راج کپور ایک ساتھ پیش کیے گئے تھے۔ دونوں میں برابر کی ٹکر تھی اور مبصرین کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ کس کی اداکاری ارفع و اعلا ہے۔ اس دور میں ککو مشہور ترین رقاصہ تھی اور اس نے چیلنج دے رکھا تھا کہ ہے کوئی پروڈیوسر جو میرے بغیر اپنی فلم مکمل کر سکے۔ اداکاری کے میدان میں اترنے کا موقع اس لیے نہیں ملتا تھا کہ اس کا تلفظ اور لہجہ ناقص تھا۔ جوانی کے دنوں میں وہ کافی خوب صورت تھی۔ محبوب نے اسے پاس کیا اور سائڈ ہیروئن کا رول دیا جو اس نے خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ بعد ازاں اس نے کچھ فلموں میں چھوٹے موٹے کردار انجام دیے۔

فلم 'انداز' کی شوٹنگ کے دوران چار حادثات پیش آئے۔ جب فلم ایک چوتھائی کے قریب مکمل ہو چکی تھی تو ہیرو

دلیپ کماری کی والدہ وفات پا گئیں اور دلیپ چند دنوں کے لیے اپنے وطن چلے گئے۔ چند ہفتوں بعد ہیروئن نرگس کے نوجوان عبدالرشید عرف موہن بابو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ کئی دنوں کے بعد جب پھر کام کا آغاز ہوا تو فلم کے کامیڈین وی ایچ ڈیسائی کا انتقال ہو گیا۔ خدا خدا کر کے فلم نے تکمیل کے مراحل طے کیے۔ فلم کی نمائش سے ایک روز قبل ہدایت کار محبوب کی والدہ محترمہ اپنی زندگی کے آخری سفر پر روانہ ہو گئیں۔ اعلان کے مطابق 'انداز' 19 مارچ کو منظر عام پر آ گئی۔

ان دنوں ہر بڑا فلمی فنکار اپنے آپ کو بے بدل اداکار سمجھنے لگا ہے اور اس کے دل میں یہ خیال جا گزیں ہو گیا ہے کہ اس کے بغیر فلمی دنیا آگے نہیں چل سکتی۔ ان فلمی ستاروں کے نازنخرے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ فلم سازوں کو تاریخیں دینے کے باوجود شوٹنگ سے غیر حاضر رہتے ہیں یا کوئی نہ کوئی چھوٹا موٹا بہانہ بنا کر شوٹنگ منسوخ کرا دیتے ہیں اور پھر مہینوں کام کرنے کا نام نہیں لیتے۔ پروڈیوسر بے چارے کا دیوالیہ پٹ جاتا ہے۔ سیٹ پر فلم کا پورا عملہ کام کے لیے تیار بیٹھا ہوتا ہے کہ ہیروئن کا فون آ جاتا ہے کہ آج میرے سر میں درد ہے میں نہیں آ سکتی، ہیروئن فون کرتی ہے کہ اس کی آنکھیں دکھ رہی ہیں وہ کیمرے کا سامنا نہیں کر سکتی۔ ایک اور ہیرو کا فون آ جاتا ہے کہ میرا موڈ آج ٹھیک نہیں، اچھی ایکٹنگ نہیں کر سکوں گا۔ نئی نئی ابھرنے والی لیڈنگ ایکٹرس بھی بول اٹھتی ہے آج میں کرکٹ میچ دیکھنے جا رہی ہوں، دھونی کو دیکھے بغیر چین نہیں پڑ رہا، آج کسی اور کے ساتھ سین کرلو کل حاضر ہو جاؤں گی۔

اس کے برعکس آج سے ساٹھ برس پہلے کے حالات پر نظر ڈالیے۔ 1952 میں مدھو بالا کو مسلسل ڈیڑھ ماہ تک 'بادل' اور 'ترانہ' کی شوٹنگ کرنے کے بعد آرام کی طلب نہ ہوئی۔ ایک دن وہ فلم 'ترانہ' کے سیٹ پر تھی، کافی دن تک لگاتار کام کرنے کی وجہ سے تھکی ہوئی تھی۔ وہیں سیٹ پر ڈائریکٹر اس کے نام کا ایک پارسل لے کر آیا۔ وہ خوشی خوشی اسے لینے کی خاطر آگے بڑھی لیکن کمزوری نے آ دبایا اور دھڑام سے فرش پر گر پڑی۔ لوگوں نے دیکھا اُسے بخار چڑھا ہوا تھا، پیشانی سے پسینہ چھوٹ رہا تھا۔ ڈاکٹر نے تھرما میٹر منگوا کر چیک کیا تو 104 بخار چڑھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا ایسی حالت میں کیوں آئی تو بتانے بڑے انکسار اور عجز کے ساتھ جواب دیا "میں اپنی وجہ سے شوٹنگ کا پروگرام کیسے تبدیل کر سکتی تھی۔ اگرچہ ڈاکٹر نے مجھے آرام کرنے کے لیے کہا تھا مگر میں اخلاقی طور پر گھبرا اس لیے رہی تھی کہ میرے نہ جانے سے فلم ساز کا کتنا نقصان ہو جائے گا اور اس بات کی اجازت میرا ضمیر مجھے نہیں دیتا تھا"۔ مدھو نے وہیں سیٹ پر بخار کم کرنے والی ایک دو گولیاں کھائیں اور کام مکمل کرنے کے بعد ہی گھر روانہ ہوئی۔

⊙⊙⊙

بقیہ: اردو کا نیا تاریخ ساز سفر

صفحہ ۲ سے آگے

بھی سمجھا گیا، تلفظ کی ادائیگی و دیگر معاملات بھی اس کے ساتھ تھے لیکن اس کی جو تہذیب اور خوشبو ہے وہ تمام زبانوں سے منفرد ہے۔ اس زبان کے فروغ میں بلاتفریق مذہب سبھی کا اہم کردار ہے۔ میں اردو کے فروغ کو تجارت نہیں سمجھ رہا ہوں، اسے آپ گھاٹے کا سودا بھی نہیں کہہ سکتے، اسے فنانشل انوسٹمنٹ کہہ سکتے ہیں۔ اس تجربے سے جو مجھے قلبی سکون مل رہا ہے وہ نفع ونقصان سے بالاتر ہے۔ دل کے سودے میں تجارت نہیں کی جاتی۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ اردو کا المیہ ہے کہ اسے مسلمانوں کی زبان سمجھ لیا گیا ہے۔ میں اس خیال سے قطعی متفق نہیں ہوں اور اس رجحان کو ختم کرنے کے لیے حتی الامکان کوشش کر رہا ہوں۔ ویب سائٹ کے ذریعے اردو کے سرمایے کو تین زبانوں رومن، دیوناگری اور اردو میں لا کر اسے سب کے دلوں تک پہنچانے کی کوشش کر رہا ہوں، کیوں کہ عام آدمی کی زبان اردو ہی ہے۔ کوئی بھی آدمی ہندی میں نہیں بولتا نہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں تم سے پریم کرتا ہوں بلکہ وہ یہ کہتا ہے مجھے محبت ہے۔ اردو ہندستان کی زبان ہے۔ اردو عام آدمی کی زبان ہے۔ لوگ جب پوری طرح اس کے حسن کو دیکھیں گے تو اردو سے متاثر ضرور ہوں گے۔ ہندستان میں اردو کا مستقبل روشن ہے بس تھوڑے حوصلے کی ضرورت ہے۔ شکر ہے کہ میرے ساتھ وسائل بھی ہیں، میں اردو کے لیے تھوڑا بہت کام کر رہا ہوں۔

سوال: اس بات سے آپ کس حد تک متفق ہیں کہ اردو کے فروغ میں اردو والوں سے زیادہ غیر اردو والوں کا رول رہا ہے؟

جواب: میں اس سوال کے جواب میں کیا کہوں؟ اردو سے محبت کرنے والا اس کے فروغ کے لیے کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ اردو کو دراصل ایک قوم کی زبان کہہ لیے جانے سے بہت نقصان پہنچا ہے۔ اس غلط خیال کو ختم کرنے کے لیے بھی آگے آنے کی ضرورت ہے۔ اردو مسلمانوں کی نہیں ملک کی زبان ہے، جس نے تحریکوں میں، جنگ آزادی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اردو کی خدمت کا تعلق دل سے ہونا چاہیے۔ دیکھا جائے تو اردو پورے طور پر دل کا سودا ہے۔ اس میں گھاٹے، فائدے، نفع ونقصان سب بے معنی ہیں۔ میں نے جو اتنا بڑا نیٹ ورک شروع کیا ہے وہ صرف دل کے سکون کے لیے ہے، جو لطف مجھے اردو کی خدمت کرنے میں ملتا ہے وہ کسی مقام پر نہیں ملتا۔ 20 سال تک میں نے کاروبار سنبھال لیا اور اب پُرسکون ہو کر اردو کو نئے دور کے سامنے لانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میرے ساتھ بہت سارے لوگ جڑ رہے ہیں جو اردو سے محبت کرتے ہیں اور اردو کے فروغ کے لیے میرے ساتھ ہیں۔

سوال: مشاعرے کبھی اردو کے فروغ کا حصہ ہوا کرتے تھے، کل کے اور آج کے مشاعروں کے بارے میں آپ کا کیا کہنا ہے؟

جواب: بلاشبہ مشاعرے اور شعری نشستیں اردو کے حسن کو دوبالا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی رہی ہیں۔ پہلے مشاعرے خواص کے ہوا کرتے تھے آج مشاعرے عوام کے لیے ہوتے ہیں۔ پہلے کے مشاعروں میں شعرا کی تعداد کم ہوا کرتی تھی، اس دور میں بھی طرح طرح کے مسائل تھے۔ لال قلعے کے آخری مشاعرے میں بھی کل 60 شاعر تھے۔ شمع جب کسی شاعر کے سامنے رکھ دی جاتی تھی وہ شاعر اپنے کلام کو سناتا تھا۔ کوئی سینئر جونیئر کی تفریق نہیں تھی۔ آج کا مشاعرہ پرفارمنس ٹائپ کا ہو گیا ہے۔ اس میں ترنم بھی ہے، سیاست بھی ہے بلکہ طرح طرح کی رنگوں کا سنگم ہو گیا ہے۔ خالص ادبی مشاعرے کم ہوتے ہیں۔ بہرحال مشاعرے ذہنی سکون کا ذریعہ ہیں۔ عالمی پیمانے پر مشاعروں میں شاعروں کی روح ایک ہے۔ پہلے کے مشاعروں میں پرسنل تجربے کی بات ہوتی تھی، آج اس میں تبدیلی آ چکی ہے۔

سوال: آپ نے اردو دنیا کو ریختہ کے ذریعے محفوظ کرنے اور اسے عام آدمی تک پہنچانے کی جو جدوجہد چھیڑی ہے وہ کامیاب نظر آ رہی ہے، لیکن اردو سے دلچسپی کے لیے اردو سیکھنا بھی تو ضروری ہے، اس کے لیے کیا منصوبہ ہے؟

جواب: دیکھیے میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ اردو کا جلوہ دیگر زبانوں سے زیادہ خوب صورت ہے، میں نے تین زبانوں رومن، دیوناگری اور اردو میں شعروادب کو لانے کی کوشش کی ہے۔ شروعات شاعری سے کی گئی۔ لوگ جڑتے گئے، اب ای بک کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے۔ نایاب کتابیں دیمک کی نذر ہو رہی ہیں۔ میری کوشش ہے کہ انھیں اسکین کر کے اپ لوڈ کیا جائے اور لوگوں تک پہنچایا جائے۔ یہ بڑا پروجیکٹ ہے جس کے لیے مشینیں امریکہ سے منگوائی گئی ہیں۔ ایک مشین شمس الرحمن فاروقی کی رہائش گاہ پر کتابوں کو اسکین کر رہی ہے تو دو مشینیں انجمن ترقی اردو (ہند) میں ہیں۔ پوری لائبریری کی اسکیننگ چل رہی ہے۔ ہم رضا لائبریری رامپور بھی جانے والے ہیں، خدا بخش لائبریری پٹنہ کے سرمایہ اردو کو بھی محفوظ کرنا چاہتے ہیں۔ پاکستان سے بھی کئی کتابیں آئی ہیں جن کی اسکیننگ چل رہی ہے۔ اب تک چار ہزار کتابیں اسکین ہو چکی ہیں۔ دو ہزار کتابیں ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ کوشش یہ ہے کہ ہر ماہ ایک ہزار کتابیں اسکین ہو جائیں۔ ابھی منشی نول کشور کے مطبوعات کی اسکیننگ کا بھی مرحلہ ہے۔ ہم تمام معروف ماہناموں، میگزین وغیرہ کی بھی اسکیننگ کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم یوٹیوب پر بھی بہت ساری چیزیں دے رہے ہیں۔ فراق، میرا کی ویڈیو کہیں نہیں ملے گی جو یہاں دستیاب ہے۔ اس کے علاوہ اردو لغت کی بہت بڑی تعداد آن لائن موجود ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اردو سیکھ سکیں۔ اس کے علاوہ بہت جلد آن موبائل آپریشن بھی شروع کیا جا رہا ہے۔ اردو کی اہم شخصیات کے انٹرویو کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اس کے علاوہ آڈیو ویڈیو بھی عام ذہن کو متاثر کرتے ہیں، اس کو بھی یوٹیوب پر دے دیا گیا ہے جس میں ہر شاعر کو سن سکتے ہیں، دیکھ سکتے ہیں۔ ریختہ کے ذریعے مجاز کی آواز، جگر کی آواز، جوش کی آواز کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد کی تقاریر کو بھی ہم سامنے لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بہرحال اردو لرننگ کورس کے سلسلے میں بھی کام چل رہا ہے۔ بہت جلد اس کا آغاز بھی ہو جائے گا۔ مجھے خوشی ہے کہ اردو کے فروغ اور تحفظ کے سلسلے میں بھی ہر سمت سے حوصلہ افزائی مل رہی ہے، یہ حوصلہ افزائی بھی میرے جذبے کو بڑی تقویت بخش رہی ہے۔

(بہ شکریہ راشٹریہ سہارا، دہلی ۲۳ رجولائی ۲۰۱۳ء)

●○●

بقیہ: 'خطبات مدراس'

صفحہ ۴ سے آگے

والے حالات کو دیکھو جو پیغمبر اسوہ کو کعبے کے ایک گوشے میں کھڑا کر رہا ہے... اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہ اور عائشہ کے مقدس شوہر کی حیات پاک کا مطالعہ کرو، اگر اولاد والے ہو تو فاطمہ کے باپ اور حسن و حسین کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو، تمھاری زندگی کے لیے نمونہ اور تمھاری سیرت کی درستی و اصلاح کے لیے سامان، تمھارے ظلمت خانہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد رسول اللہ کی جامعیت کبریٰ کے خزینہ میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے"۔

(خطبات مدراس، ص ۷۵-۷۴)

ادب کی ایک خوبی ایجاز واختصار ہے، 'خطبات مدراس' ادبی پیرایہ بیان کے ساتھ ایجاز و جامعیت کا بھی ایک شاہکار ہے، جس میں ختم المرسلین کی حیات، کارنامے اور پیغام کو فاضل مصنف نے صرف ڈیڑھ سو صفحات میں سمیٹنے کی سعی کی ہے اور فضول عبارت آرائی یا الفاظ کے گورکھ دھندوں سے دامن بچا کر نفس موضوع کو ابھارنے اور قاری کے دل ودماغ کو اس سے محظوظ کرنے پر قلم کا زور صرف کیا ہے، یہ خطبات جہاں علم کا خزانہ ہیں، وہیں ادب کی حلاوت، زبان کی چاشنی اور سلاست وروانی کا بھی اعلا نمونہ ہیں۔

○○○

پرانی فلمی یادیں

دوسری اور آخری قسط

فلمی دُنیا کے رازہائے سَربستہ

- فلم اسٹار ببّو جسے حالات نے اسمگلر بنادیا
- جب فلم پروڈیوسر اے آر کاردار مجروح سلطانپوری کے کلام پر مرمٹے
- فلم زینت اور محل کے نغمہ نگار نخشب جارچوی کے عروج و زوال کی کہانی
- شوٹنگ کے دوران شدید زخمی ہونے والے ہیرو کا اعلان 'آرام میرے لیے موت ہے'
- بلراج ساہنی نے پولیس کی حراست میں فلم ہلچل میں کام کیا
- فلم انداز کی چیرہ دستیاں
- کل اور آج کے فلم اسٹاروں کے مزاج کا فرق

وشوا ناتھ طاؤس (C-38، سیکٹر 39، نوئیڈا (یوپی) 201303)

ببّو ایک وقت ایکٹریس بھی تھی اور سنگر بھی۔ اس کے نغمے بڑے مقبول ہوا کرتے تھے۔ فلم انڈسٹری کی شروع کی ممتاز ایکٹریسوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اجنتا مووی ٹون کے بینر تلے تیار ہونے والی پکچر رنگیلا راجپوت میں ہیروئن کا رول انجام دے کر اس نے بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ شکل و شباہت کے اعتبار سے معمولی تھی لیکن گلا سریلا تھا اس لیے چلتی رہی۔ سیر پرستان، پیار کی مار، بلبل (Dulhan) اس کی دیگر کامیاب پکچریں تھیں۔ اس کے بعد لاہور چلی گئی اور رین بو (Rainbow) پکچرز کے نام سے ذاتی فلمی ادارہ قائم کرکے فلم 'قزاق کی لڑکی' بنائی۔ وہیں امتیاز علی تاج پروڈکشنز کی پیش کش 'سہاگ رات' میں ہیروئن بنی، پھر بمبئی واپس چلی آئی اور سائڈ ہیروئن کے طور پر لیڈیز اونلی، ساودامنی، جاگیردار، وطن، وزاتا بالبعد، بھولے بھالے، سہاگ، گرہستان سنگر اور کئی فلموں میں اپنی اداکاری کے جوہر دکھائے۔ جسم پر موٹاپا چھا گیا تو کام ملنا بند ہو گیا۔ وہ جو فلم کے پوسٹر پر جس کا نام دیکھ کر لوگ گھنٹوں ٹکٹ وِنڈو پر کھڑکی کھلنے کے منتظر رہا کرتے تھے اور سڑکوں پر اس کے نغمے گایا کرتے تھے، گمنام ہو گئی۔ کنٹریکٹ کی آفر لے کر اب کوئی دروازے پر دستک دینے کے لیے نہیں آتا تھا۔ بے کاری نے اُسے نڈھال کر دیا۔

وطن کے بٹوارے کے بعد پاکستان چلی گئی۔ بہت ہاتھ پاؤں مارے، اپنے پرانے دوستوں سے ملی۔ امتیاز علی تاج اور شوکت تھانوی نے مدد کی۔ بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی میں ماہر تھی۔ زبان کھولتی تو پھلجھڑی سی چلی جاتی تھی۔ دلچسپ باتیں کرکے سیٹ پر سماں باندھ دیتی تھی اور وہاں پر موجود لوگ اس کی خوش گپیاں سننے کے منتظر رہا کرتے تھے۔ شوکت تھانوی سے اُس کی خوب بنتی تھی۔ دونوں منہ پھٹ تھے۔ کئی بار باتیں ابتذال کی حد تک پہنچ جاتی تھیں مگر کوئی برا نہیں مانتا تھا۔ شوکت کئی بار ہار جاتا تھا مگر ببّو کبھی ہار نہیں مانتی تھی۔ ہنسی خوشی وقت کٹ رہا تھا مگر فلم لائن میں دن بھی ایک جیسے نہیں رہتے۔ کئی دوسری مشکلات میدان میں آگئیں تو ببّو کو کام ملنا بند ہو گیا۔ عمر بھی اب ڈھل چکی تھی، عوام پردہ سیمیں پر نئے چہروں کو دیکھنا چاہتے تھے۔

تھوڑا بہت جو اثاثہ ببّو کے پاس تھا وہ خرچ ہو گیا تو بُرے دن دیکھنے پڑے۔ ببّو نے لاچار ہو کر ناجائز شراب کی سپلائی کا دھندا شروع کر دیا۔ اسمگلنگ میں بھی الجھ گئی۔ سب جرم ان سے مگر ببّو کے پاس پیٹ پالنے کے لیے کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ بے دھڑک ہو کر چلتی رہی، آخر ایک دن پکڑی گئی اور جیل جانا پڑا۔ جیل میں بار بار آنسو بہاتی اور کہتی ہائے ہائے، کبھی کتنے اچھے دن تھے اور اب کیسے بُرے دن آگئے۔ لاکھوں تماش بینوں کے دلوں کی ملکہ اب جیل کی سلاخوں کے پیچھے اور سنگ دل سپاہیوں کی گرفت میں تھی۔ کسی کو بھی یاد نہ رہا کہ ببّو کبھی کوئی ہستی تھی، کوئی مدد کے لیے آگے نہیں آیا۔ انڈسٹری کے ہر آدمی نے آنکھیں پھیر لیں۔ بدنامی اور گمنامی کی اسی حالت میں ببّو کا انتقال ہوا۔

1945 میں مجروح سلطانپوری نے پہلی بار بمبئی کے ایک ایسے کل ہند مشاعرے میں حصہ لیا جس میں کئی نامور شخصیتیں بھی شامل تھیں۔ مجروح نے جب اپنے مخصوص ترنم میں یہ نظم پڑھی:

شبِ انتظار کی کشمکش میں نہ پوچھ کیسے سحر ہوئی
کبھی اک چراغ جلا دیا کبھی اک چراغ بجھا دیا

تو سامعین مستی میں جھوم جھوم اٹھے اور ہر طرف سے مکرر مکرر کی آوازیں آنے لگیں، کئی بار یہ شعر سنا گیا اور بھرپور داد دی گئی۔ فلم ساز اور ہدایت کار اے آر کاردار اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً اپنی اگلی فلم 'شاہجہاں' کے گانے لکھنے کی دعوت دے ڈالی۔ 'شاہجہاں' کے کچھ گیت دیگر شعرا سے بھی لکھوائے گئے تھے لیکن مجروح کا یہ نغمہ بے حد مقبول ہوا تھا:

کر لیجیے چل کر مری جنت کے نظارے
جنت یہ بنائی ہے محبت کے سہارے

جب شاعر سے اس کا مطلب پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ یہ عام گانوں سے ہٹ کر لکھا گیا ہے جسے صرف شاعر کا انوکھا تخیل ہی کہا جا سکتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس گانے پر میوزک سیٹ کیا گیا ہے جب کہ عموماً دوسرے گانے میوزک یعنی دھن پر سیٹ کیے جاتے ہیں۔ اس فلم کی شاندار کامیابی کے بعد مجروح کو فضلی برادرز کی مسلم سوشل فلم 'مہندی' میں چانس ملا جس میں نرگس، بیگم پارہ اور کرن دیوان نے مرکزی کردار نبھائے تھے۔ اس فلم میں خود مجروح نے اپنے خاص ترنم میں ایک گانے کا پلے بیک بھی دیا تھا جو کہ ایک شاعر کا کردار تھا، بعد ازاں اسے جدن بائی نے نرگس آرٹ کنسرن کی پکچر 'انجمن' کے گانے لکھنے کا موقع فراہم کیا۔

مجروح کی اصل کامیابی کا سلسلہ محبوب پروڈکشنز کی فلم 'انداز' سے ہوا جو 1949 میں بنائی گئی تھی۔ 'انداز' کی نمائش سے قبل اس کے گانے ریلیز نہیں کیے گئے تھے کہ آصف نے انھیں سن کر بے کار کہا تھا اور انھیں اس میں خامیاں نظر آئی تھیں مگر ریلیز کے بعد جب یہی نغمے ہٹ ہوئے، خاص طور سے 'توڑ دیا دل تو نے' ۔۔۔ ساتھ ہمارا چھوٹے نا' زبان زد عام ہوا تو کے آصف نے مجروح کو اپنی اگلی فلم کے لیے معاہدے کی پیش کش کی۔ فلم 'آرزو' کے بعد مجروح نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا جس میں طلعت کا گانا 'اے دل مجھے ایسی جگہ لے چل' بڑا مشہور ہوا تھا۔

فلمی حلقوں میں یہ خیال عام پایا جاتا تھا کہ شاعر نخشب جارچوی فلم 'زینت' کے لیے اپنی مقبول عام قوالی 'آہیں نہ بھریں شکوے نہ کیے کچھ بھی نہ زباں سے کام لیا' کی کمائی عمر بھر کھاتے رہے مگر یہ درست نہیں۔ بمبئی ٹاکیز کی فلم 'محل' کے بھی نغمے ان کے مرہون منت اور ان کے فن کے معراج تھے جن کی موسیقی کھیم چندر پرکاش نے دی تھی۔ خاص طور سے 'آنے والا آنے والا' نغمہ بے حد مقبول ہوا تھا جسے بیسویں صدی کا میوزیکل شاہکار کہا گیا۔ اس کے بعد نخشب کی شاعری بڑی سرعت سے رواں دواں ہوئی۔

نخشب کی پیدائش 1920 میں ضلع میرٹھ کی سرزمین میں تحصیل موانہ کے اندر ایک ممتاز شریف گھرانے میں ہوئی۔ اس کے بعد خاندان والے اپنے آبائی شہر جارچہ (ضلع بلند شہر) میں آگئے اور وہیں نخشب کی پرورش ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مکمل ہونے کے بعد انھیں میرٹھ روانہ کر دیا گیا جہاں انھوں نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ شاعری کا شوق انھیں بچپن سے تھا جو کالج کی رومانی اور رنگین فضاؤں میں پروان چڑھا۔ انھوں نے کالج اور میرٹھ شہر میں منعقدہ مشاعروں میں اپنا کلام پڑھا اور خوب داد پائی۔ بچے بچے کی زبان پر ان کا نام آگیا۔ وہ 1940 میں فلم لائن میں پہنچے۔ راج کمل کلامندر میں ان کی ملاقات مشہور فلم پروڈیوسر اور ڈائرکٹر وی شانتارام سے ہوئی اور انھوں نے اپنے یہاں نخشب کو ملازمت دے دی۔ اس ادارے کی فلم 'پربت پہ اپنا ڈیرا' کے گانے تحریر کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی۔ انہیں اور ون مالا نے اس میں لیڈنگ رول ادا کیے۔ ایک نئی اور انوکھی طرز کی کہانی اس میں پیش کی گئی تھی جسے لوگوں نے کافی پسند کیا۔ 'پربت پہ اپنا ڈیرا' کی کامیابی کے بعد نخشب کو فلم 'زینت' میں اپنی شاعرانہ صلاحیتیں دکھانے کا بہترین موقع ملا۔ نور جہاں، کرن دیوان، خورشید جونیئر اور

(بقیہ صفحہ ۷ پر)

مدیر: اطہر فاروقی
شریک مدیر: محمد عارف خاں
پرنٹر پبلشر: شاہد خاں — مطبوعہ: ثمر آفسٹ پرنٹنگ پریس، دہلی
مالک: انجمن ترقی اردو (ہند)، اردو گھر، ۲۱۲- راؤز ایوینیو، نئی دہلی- ۱۱۰۰۰۲
قیمت (فی شمارہ): دو روپے، سالانہ: ۸۵ روپے (بیرونی ممالک: آٹھ امریکی ڈالر)
Phones: 23237212, 23237214
E-mail: hamarizaban@atuh.org
http://www.atuh.org